

اللہ کے لیے ملاقات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:
”ایک شخص اپنے ایک بھائی کی ملاقات کے لیے ایک بستی میں پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے
ایک فرشتے کو اس کی راہ میں متعین کر دیا۔ اس نے پوچھا: کدھر کا ارادہ ہے؟ اس شخص
نے جواب دیا: میرا اس بستی میں ایک بھائی ہے۔ اس نے پوچھا کہ کیا اس نے کچھ
احسان کیا ہے جو بدلہ چکانے جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا: نہیں، میں اس سے
صرف اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے کہا کہ میں اللہ کا تیرے پاس فرستادہ
ہوں۔ اللہ نے بھی تجھ سے محبت کی جیسا کہ تو نے اس شخص سے محبت کی۔

(الادب المفرد)

آگ سے بچاؤ کے لیے مسلمان کی عزت کا دفاع کرو

بعض اوقات انسان کی زندگی میں ایسے مواقع بھی آتے ہیں کہ اس کے لیے اپنی عزت کو بچانا ناممکن نظر آتا ہے۔ تب وہ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوتا ہے کہ اس کی عزت محفوظ رہے اور لوگوں کے سامنے وہ رسوائی سے بچ جائے۔ عزت کو بچانے کی خاطر اگر کسی کو اپنی ساری زندگی کی کمائی بھی لٹانا پڑ جائے تو انسان اس سے دریغ نہیں کرتا۔ اللہ رب العزت ایسے لوگوں کی عزت کی حفاظت فرماتے ہیں جو دوسرے مسلمانوں کی عزت کی اس وقت حفاظت کرتا ہے جب کوئی ان کی عزت پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من رد عن عرض أخيه رد الله عن وجهه النار يوم القيامة .)) (جامع الترمذی: ۱۹۳۱)

”جو شخص اپنے بھائی کی عزت سے وہ چیز دور کرے جو اس کی عزت میں خلل ڈالتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے چہرے سے جہنم کی آگ دور کریں گے۔“

مسلمان کو بے یار و مددگار مت چھوڑو:

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص کسی مسلمان کو ایسے موقع پر بے یار و مددگار چھوڑ دے جہاں اس کی بے حرمتی اور بے عزتی کی جارہی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے ایسے موقع پر بے یار و مددگار چھوڑ دے گا جہاں اسے مدد درکار ہوگی۔ اور جو شخص کسی مسلمان کی ایسے موقع پر مدد کرے جہاں اس کی بے حرمتی اور بے عزتی کی جارہی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی ایسے موقع پر مدد کرے گا جہاں اسے مدد درکار ہوگی۔“ (سنن أبی داود: ۴۸۸۴)

مسلمان بھائی کی عزت کے دفاع کی چند مثالیں:

(۱) ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ عتب بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر گئے (حدیث لمبی ہے) آپ ﷺ نے ان کے گھر نماز پڑھی۔ ارد گرد بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مالک بن دحثم کہاں ہے؟“ ایک آدمی کہنے لگا: وہ تو منافق ہے، اللہ اور اس کے رسول سے اسے کوئی محبت نہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”ایسا مت کہو۔ تمہیں معلوم نہیں کہ اس نے ”لا الہ الا اللہ“ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے پڑھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو آگ پر حرام کر دیا ہے جو ”لا الہ الا اللہ“ پڑھے اور اس کے ساتھ اللہ کی رضا چاہتا ہو۔“ (صحیح مسلم: ۴۷)

(۲) کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے جنگ تبوک کے موقع پر ان کی آزمائش اور توبہ کی طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ تبوک میں بیٹھے تھے تو آپ ﷺ نے پوچھا: ”کعب بن مالک نے کیا کیا؟“ بنو سلمہ کا ایک آدمی کہنے لگا: یا رسول اللہ! اسے اس کی دو چادروں (کی خوبصورتی) نے اور اپنے کندھوں کو دیکھنے نے یہاں آنے نہیں دیا۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہنے لگے: تم نے جو کہا برا کہا۔ اللہ کی قسم، یا رسول اللہ ﷺ! ہم تو اس کے متعلق بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں جانتے۔

فہرست

2	(حافظ احمد شاکر)	اللہ کے لیے ملاقات	جواہر پارے
4	(مولانا ارشاد الحق اثری)	آگ سے بچاؤ کے لیے مسلمان کی عزت کا دفاع کرو	کلمہ طیبہ
7	(حافظ محمد اشرف سعید)	توفیق الباری	اداریہ
16	(مولانا عبد الرقیب سلفی)	تفسیر سورہ یس..... (۱)	درس قرآن
20	(ابوالخیر سید انور شاہ راشدی)	توفیق الباری	درس حدیث
24	(محمد شریف بخاری)	کر بلا کی کہانی اہل بیت کی زبانی..... (۲)	تاریخ اسلام
26	(عبد الرشید عراقی)	توحید عبادت مسلمانوں کا امتیازی نشان..... (۲)	عقائد و اعمال
28	(عکاش مجاہد)	ازالة الشبهة عن عدم تحريك السبابة.....	تحقیق و تنقید
30	(محمد سلیم چنیوٹی)	جمہوریت کی قبا حیتیں..... (۴)	فکر و نظر
31	اطلاعات و اعلانات	شیخ الحدیث مولانا محمد علی جان باز رحمہ اللہ	تذکرہ علمائے اہل حدیث
		دارالسلام پرنٹنگ کمپلیکس کا سنگ بنیاد	جماعتی ادارے
		علامہ محمد یوسف خاں کلکتوی رحمہ اللہ	تبصرہ کتب
			جماعتی خبریں

اللهم اغفره وادخله الجنة

گزشتہ ہفتے جماعت اہل حدیث ایک اندوہناک صدمے سے یوں دوچار ہو گئی کہ اہل حدیث کے مخدوم، لکھوی خاندان کی ایک اہم اور ہر طبقے کی محترم شخصیت مولانا معین الدین لکھوی طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کاغذات کے مطابق مولانا رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۲۱ کی تاریخ پیدائش کے حساب سے ۹۰ سال کی عمر اور ان کے منجھے بیٹے ڈاکٹر زعیم الدین عابد کے اعلان کے مطابق مولانا نے ۹۲ سال عمر پائی۔ مولانا ایک طویل عرصے سے بغیر بیماری کے شدید نقاہت میں مبتلا تھے جس سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی یادداشت اتنی متاثر ہو گئی تھی کہ گاہے ان کے حواس درست ہو جاتے اور گاہے ان کا حافظہ متاثر ہو کر مختل ہو جاتا تھا۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ سروقہ، چمکتی پیشانی، چھریا بدن، بصیرت کی حامل حیا دار اور ذرا الہی سے روشن آنکھیں، مکمل اور متوازن داڑھی، اجلا اور باوقار سفید لباس، سر ہمیشہ ڈھانپ کر رکھتے، بلکہ تولیہ بھی ان کے لباس کا جزو ہوتا۔ چال میں متانت، گفتگو میں وقار، آواز میں تمکنت اور اظہار میں دبدبہ، معاملہ فہم اور زود فہم، ان کی زبان شاید ذکر وادکار کبھی فارغ نہ رہتی تھی۔ راقم نے لکھوی علماء و صلحاء میں ایک عمدہ ترین اور اچنبھے کی بات یہ محسوس کی کہ لکھوی حضرات اپنی زبان سے جب بھی لفظ اللہ کہتے تو کم از کم مجھ جیسا گناہ کا شخص بھی اللہ تعالیٰ کے اسم ذاتی کی آواز سے ایک ایسا کیف محسوس کرتا جو کہیں اور محسوس نہ ہو سکا۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی ایک یہ بھی عادت..... بلکہ ادا..... نرالی تھی کہ جب کہیں بھی خطبہ جمعہ یا خطبہ نکاح ارشاد فرماتے تو مولانا خطبے کا مکمل ترجمہ بھی ساتھ ساتھ کرتے، ایسے ہی۔ اگر کہیں دعا فرماتے تو الفاظ دعا (اگر عربی ہوں) تو اس کا بھی مکمل ترجمہ فرماتے جو عموماً حاضرین کے لیے بہت نفع بخش ہوتا۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے عصری تعلیم مڈل تک لکھو کے ہی میں حاصل کی، پھر درس نظامی کی بنیادی کتب اپنے والد گرامی مولانا محمد علی لکھوی رحمۃ اللہ علیہ اور اپنے ماموں، استاذ پنجاب مولانا عطاء اللہ لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھنے کے علاوہ جامعہ محمدیہ مرکز الاسلام (لکھو کے) میں دیگر اساتذہ سے بھی کسب فیض کیا اور کچھ کتابیں مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ سے بھی پڑھیں۔ اس کے بعد گوجرانوالہ میں حضرت مولانا حافظ محمد گوندلوی اور مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دیگر علوم و فنون متداولہ کی انتہائی کتب پڑھیں۔ بعد ازاں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تفسیر قرآن کے لیے حاضر ہوئے اور اس کے بعد مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ لاہوری کے ہاں شیرانوالہ مسجد میں دورہ تفسیر قرآن بھی کیا جس کی تقسیم اسناد و انعامات کی تقریب مولانا عبداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں ہوئی۔ اس موقع پر ہمارے ممدوح اوّل انعام کے مستحق ٹھہرے۔ مولانا سندھی نے اسناد تقسیم کرتے ہوئے فرمایا کہ دورہ تفسیر میں اس طالب علم ہی کو اوّل آنا چاہیے تھا کہ اس کے پر داد مرحوم نے تفسیر محمدی (جلد کامل) پنجابی تصنیف فرمائی تھی۔

لکھو کے صرف و نحو اور دیگر علوم نقلیہ کی تعلیم و تدریس کی خاص شہرت رکھتا تھا۔ روزانہ درس قرآن میں طلباء سے قرآنی آیات کی صر فی و نحوی ترکیب کروا کر طلباء کی صرف و نحو کی دہرائی کرائی جاتی تھی۔ جہاں تک یاد پڑتا ہے جامعہ محمدیہ اوکاڑا میں بھی درس قرآن کا یہ اہتمام ایک عرصہ تک جاری رہا اور بذات خود مولانا رحمۃ اللہ علیہ درس ارشاد فرماتے اور طلباء سے آیات کی صر فی و نحوی ترکیب کروایا کرتے تھے۔

اوکاڑا میں جامعہ محمدیہ کی جب سے ابتدا ہوئی مولانا رحمۃ اللہ علیہ ہی اس کا انتظام و انصرام فرماتے رہے اور طلباء کی دینی و عملی تربیت کا خیال بھی رکھتے۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ چونکہ خود نہ صرف ایک صالح و متقی اور مودب شخصیت تھے بلکہ اس خانوادے سے تعلق رکھتے جس نے تقریباً ڈیڑھ صدی پورے علاقے میں رشد

و ہدایت کے چراغ جلا رکھے تھے بلکہ علم کے ساتھ عمل کی شمع بھی فروزاں کر رکھی تھی، اس لیے مولانا کے انداز تربیت میں اساتذہ کی اطاعت اور ان کے ادب و احترام کی تربیت خصوصی ہوا کرتی تھی۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ اپنے بڑے بھائی مولانا محی الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ سے اس احترام کے ساتھ پیش آتے بلکہ ان کا ذکر خیر بھی اس قدر مودبانہ انداز سے کرتے کہ دونوں بھائیوں پر رشک آتا۔ اس خاندان کے بعض محترم افراد نے بتایا کہ مولانا محی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے تمام علاقہ دنیائے زین، فصل اور اس کے متعلقہ لین دین مکمل طور پر چھوٹے بھائی کے سپرد کر رکھا تھا۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ خود وعظ و تذکیر، ذکر و اذکار اور خدمت خلق میں مشغول رہے۔ ان معاملات میں بھی دونوں مرحوم بھائیوں کا کبھی کہیں کوئی ذکر نہیں سنا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس خاندان کو کس کمال رحمت و شفقت سے اپنی رحمت کے سائباں سے ڈھانپا ہوا اور شیطان کے کچوکوں سے محفوظ رکھا ہوا ہے۔ اللہم کثر أمثالہم

ویسے تو پورا پنجاب ہی ان کے علم، عمل صالح اور جذبہ وعظ و تذکیر کا گرویدہ تھا لیکن خصوصاً قصور سے اوکاڑا تک اور چونیاں کے دائیں بائیں کا سارا علاقہ لکھوی حضرات سے غایت درجہ متاثر تھا، چنانچہ ایک عرصے تک مولانا معین الدین لکھوی رحمۃ اللہ علیہ اس حلقے میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوتے رہے اور ان کے سامنے کسی سیاست دان کا چراغ نہ جل سکا۔ اور حقیقت ہے کہ مولانا اپنے حلقے کا ممکن حد تک حق ادا کرتے ہوئے اپنے حلقے کی خبر گیری بھی فرماتے رہتے اور ضرورت مندوں کی جائز ضرورتیں اور جائز سرکاری کام بھی کرواتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انتخابات کے موقع پر ان کی صندوقچوں میں ووٹوں کے ساتھ ان کے ارادت مندوں بھی ڈالتے تھے۔

اسی طرح جنات کا علاج بھی اپنے قابل رشک آباء و اجداد سے ان کو ودیعت ہوا تھا۔ جادو کا جو مریض بھی ان کے پاس جاتا یہ اسے طہارت، فرض نماز اور مسنونہ اذکار کی خاص ہدایت بھی فرماتے اور مسنونہ اذکار سے اس کا علاج بھی فرماتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو خیر خواہی کی نیت کے ساتھ ساتھ پاکیزہ نظر بھی مرحمت فرمائی تھی، اس طرح خلق خدا ان کے روحانی فیض سے بھی بہت مستفید ہوئی۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے صلیبی اولاد میں تین بیٹے: محترم مولانا بابرک اللہ، ڈاکٹر زعیم الدین عابد اور ڈاکٹر عظیم الدین زاہد اور چھ بیٹیاں سوغوار چھوڑی ہیں۔ باقی ان کے شاگردوں خصوصاً جامعہ محمدیہ سے فیض اٹھانے والوں کا شمار غالباً ناممکن ہے اور ایسے ہی روحانی فیض پانے والوں کا بھی کوئی حد و حساب نہیں، اس لیے ہم سب ہی کو باہمی تعزیت کرنی چاہیے کہ مولانا جملہ مسلمانوں خصوصاً جماعت اہل حدیث کا مشترکہ سرمایہ تھے۔

حضرت والد صاحب (مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجپانی رحمۃ اللہ علیہ) ۲۸-۱۹۲۷ء میں تعلیم کے لیے مرکز الاسلام لکھو کے میں مقیم رہے، پھر قیام پاکستان سے قبل ایک سال تک وہاں پڑھاتے بھی رہے۔ میری والدہ رحمۃ اللہ علیہ بھی مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ مرحومہ کا تذکرہ نہایت عقیدت و احترام سے فرمایا کرتی تھیں بلکہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ والدہ مرحومہ مولانا کی والدہ مرحومہ کی زیارت کے لیے بچپن میں مجھے لے کر اوکاڑا لے گئی تھیں، نیز احوال الآخرت ہمارے گھروں کی ایک ایسی اہم کتاب تھی جو بچوں کو سنائی جاتی اور بڑوں خصوصاً خواتین کو سبقاً پڑھائی جاتی تھی۔ اور حقیقت ہے کہ بچپن کی سنی ہوئی احوال الآخرت سے موت کا تصور، قبر کا خوف اور جنت و دوزخ کا تذکرہ اب تک حاوی ہے اور تاحال ذہن پر اس کے اثرات ثبت ہیں۔

جامعہ محمدیہ اور لکھوی خاندان کے تمام فیض یافتگان تعزیت کے مستحق ہیں۔ اراکین دارالدعوة السلفیہ، کارکنان الاعتصام اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ کی تمام اولاد مولانا محی الدین اور مولانا معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کی تمام اولاد و احفاد سے تعزیت بھی کرتی ہے، اور ہم اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے ان کی بشری فروگزاشتوں سے مساحت، حسنت کی قبولیت اور اعلیٰ علیین میں ان کے مقام اور درجات کی بلندی کے لیے دعا گو بھی ہیں۔

ربنا تقبل منا أنك أنت السميع العليم.

تفسیر سورہ یس

مولانا ارشاد الحق اثری رحمۃ اللہ علیہ

ہوں۔“ (میزان: ۴/۲۸۸)
امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ میں نے اسی حدیث کے بارے
میں اپنے والد گرامی سے دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا:
”سند میں مقاتل بن سلیمان ہے۔ میں نے یہ حدیث
مقاتل بن سلیمان کی کتاب کی ابتدا میں دیکھی ہے۔ یہ
حدیث باطل ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔“

(العلل لابن ابی حاتم: ۲/۵۶، ۵۵)
علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلہ ضعیفہ (رقم: ۱۶۹) میں اسے ”موضوع“
قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ امام ابو حاتم نے سند کا راوی مقاتل بن
سلیمان ذکر کیا ہے جبکہ ترمذی اور داری میں مقاتل بن حیان ہے۔
لیکن امام ابوالفتح الازدی اور امام قضاعی یہی حدیث ”مقاتل عن
قتادہ“ سے روایت کرتے ہیں جس میں وضاحت نہیں کہ مقاتل کون
ہے۔ بعض راویوں نے غلطی سے اسے مقاتل بن حیان سمجھا ہے امام
ازدی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی غلط فہمی میں اس پر امام وکیع سے جرح نقل کی
ہے کہ مقاتل بن حیان کی طرف جھوٹ بولنے کی نسبت کی گئی ہے۔
حافظ ذہبی نے وضاحت کی ہے کہ امام ازدی پر معاملہ ملتبس ہو گیا
ہے انھوں نے مقاتل بن حیان کو مقاتل بن سلیمان سمجھا ہے مقاتل
بن حیان تو صدوق ہیں اور جسے امام وکیع نے جھوٹا کہا ہے وہ مقاتل
بن سلیمان ہے۔ اس کے بعد انھوں نے امام ازدی کی سند سے یہی
روایت ذکر کی ہے اور فرمایا ہے:

”الظاهر أنه مقاتل بن سليمان“

”ظاہر ہے کہ وہ مقاتل بن سلیمان ہے۔“ (میزان: ۴/۱۷۲)

اور مقاتل بن سلیمان کو امام وکیع، امام نسائی اور امام ابن حبان

سورہ یس کی سورت ہے اور ترتیب مصحف میں اس کا نمبر
چھتیسواں ہے۔ اس کے فضائل میں متعدد احادیث اور آثار مروی ہیں
جنہیں ہم ضروری تفصیل سے یہاں ذکر کرتے ہیں:

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إن لكل شيء قلباً وقلب القرآن يس، ومن

قرأ يس كتب الله له بقراءتها القرآن عشر

مرات .)) (ترمذی: ۴/۶۷ مع التحفة)

”بے شک ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل یس ہے۔

جس نے یس کو پڑھا اللہ تعالیٰ اس یس کے پڑھنے کی وجہ

سے دس بار قرآن پڑھنے کا اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔“

ترمذی کے علاوہ یہ روایت داری اور شعب الایمان میں بھی منقول

ہے۔ ترمذی کے بعض نسخوں میں ہے کہ امام ترمذی نے اسے ”حسن

غریب“ کہا ہے۔ جبکہ بعض نسخوں میں ”حسن“ کا لفظ نہیں بلکہ صرف

”غریب“ ہے۔ علامہ قرطبی نے تفسیر الجامع لاحکام القرآن (۱/۱۵)

میں اور حافظ ابن کثیر نے تفسیر (۳/۷۴۲) میں ”حدیث غریب“ ہی

نقل کیا ہے۔ امام ترمذی نے مزید یہ بھی فرمایا:

”وهارون أبو محمد مجهول“ ”اس کا راوی ابو محمد

ہارون مجہول ہے۔“ حافظ ابن حجر نے تہذیب (۹/۱۵) میں بھی امام

ترمذی کا یہ کلام ذکر کیا ہے اور انھوں نے بھی امام ترمذی سے اس

حدیث کے بارے میں ”حدیث غریب“ ہی نقل کیا ہے، تحسین نقل

نہیں کی۔ حافظ ذہبی نے تو یہی روایت امام قضاعی کی ”مسند الشہاب“

سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے:

”أنا أتهمه“ ”میں اس روایت میں ابو محمد ہارون کو متہم قرار دیتا

ہوں، وہ باطل خبر بیان کرتا ہے۔“

تنبیہ:

حافظ سیوطی نے الدر المنثور (۵/۲۵۶) میں یہی روایت سعید بن منصور اور بیہقی سے نقل کی ہے اور ذکر کیا ہے کہ اسے حسان بن عطیہ روایت کرتے ہیں مگر یہ درست نہیں۔ علامہ آلوسی نے روح المعانی (۲۲/۱۹۳) میں اور علامہ شوکانی نے بھی فتح القدیر (۴/۳۵۸) میں غالباً علامہ سیوطی ہی سے اسی طرح اسے حسان بن عطیہ کی حدیث ہی قرار دیا ہے جو بہر نوع درست نہیں۔

۳۔ حضرت ابوبکر کی ہی روایت خطیب بغدادی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی ذکر کی ہے اور وضاحت کر دی ہے کہ یہ اس سند سے باطل ہے۔ یہ دراصل محمد بن عبدالرحمن الجعانی کی روایت ہے جسے وہ اپنی سند سے حضرت ابوبکر سے بیان کرتا ہے۔ محمد بن عبد بن عامر (کذاب) نے اس کا متن چوری کر کے اسے حضرت انس کی حدیث بنا دیا ہے۔ (تاریخ بغداد: ۲/۳۸۸، فوائد المجموعة، ص: ۳۰۱)

۴۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ مسند ہزار میں ہے یعنی ”ہر چیز کا دل ہے اور قرآن کا دل یس ہے۔“ (ابن کثیر: ۳/۷۴۳، کشف الاستار: ۲/۸۷، الدر المنثور) مگر اس کی سند بھی ضعیف ہے کیونکہ حمید کی مولیٰ ابن علقمہ راوی مجہول ہے۔ (تقریب، ص: ۸۵)

۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے سورہ یس سنی اس نے گویا میں دینار فی سبیل اللہ خرچ کیے، جس نے اس کی تلاوت کی اس نے گویا میں حج کیے اور جس نے اسے لکھ کر پی لیا اس کے پیٹ میں ایک ہزار یقین، ایک ہزار نور، ایک ہزار برکت، ایک ہزار رحمت داخل کر دی جاتی ہے..... الخ (تاریخ بغداد: ۶/۲۴۸)

مگر یہ روایت بھی سخت ضعیف ہے۔ امام ابوعلی نیساپوری، امام دارقطنی اور امام حاکم نے کہا ہے کہ اس کا راوی اسماعیل بن یحییٰ

نے کذاب کہا ہے۔ امام بخاری نے ”سکتوا عنہ“ اور امام ابن معین نے ”لیس حدیثہ بشیء“ کہا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے بھی فرمایا ہے: ”ہذا کلام موضوع“ ”یہ من گھڑت روایت ہے۔“ (منتخب من العلل للخلال: ۱۱۷) اس لیے یہ حدیث حسن قطعاً نہیں جیسا کہ ترمذی کے بعض نسخوں میں ہے بلکہ یہ موضوع اور بے اصل روایت ہے۔

۲۔ امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ اس باب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور:

”ولا یصح وإسناده ضعیف“ ”وہ صحیح نہیں اور اس کی سند ضعیف ہے۔“

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ سورہ یس کا نام تورات میں ”المعمہ“ ہے جس کی خیر اس کے پڑھنے والے کے لیے دنیا و آخرت میں عام ہے۔ دنیا و آخرت میں اس کے مصائب کو دور کرنے کا باعث ہے۔ اسے ”المدافعہ“ اور ”القاضیہ“ بھی کہا گیا ہے کیونکہ یہ پڑھنے والے کی ہر تکلیف کو دور کر دیتی ہے، ہر حاجت اس سے پوری ہوتی ہے، پڑھنے والے کو دس جوں کا ثواب ملتا ہے۔ اسے سننے والا ایک ہزار دینار اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا اجر پاتا ہے۔ جو اسے لکھ کر پی لیتا ہے اس کے لطن میں ایک ہزار دواء، ایک ہزار نور، ایک ہزار یقین، ایک ہزار برکت، ایک ہزار رحمت داخل ہو جاتی ہے..... الخ (تاریخ بغداد: ۲/۳۸۸، شعب الإیمان: ۲/۴۸۰، ابن کثیر: ۳/۷۴۳، نوادر الأصول: ۶/۸۹)

خطیب بغدادی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں بہت سے مجہول راوی ہیں۔ امام بیہقی نے کہا ہے کہ اسے بیان کرنے میں محمد بن عبدالرحمن بن ابی بکر الجعانی، سلیمان سے روایت کرنے میں منفرد ہے اور یہ منکر ہے۔ حافظ ذہبی نے کہا ہے:

((أتی بخبر باطل، أنا أنہمہ بہ فی یس))

(میزان: ۳/۶۲۰)

”یس کی فضیلت میں محمد بن عبدالرحمن کو میں متہم قرار دیتا

یہی روایت حضرت جندب بن عبداللہ، عبداللہ بن مسعود اور معقل بن یسار رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے مگر ان کی اسانید بھی ضعیف ہیں۔ علامہ البانی نے ضعیفہ (رقم: ۶۶۲۳) میں تفصیلاً ان پر نقد کیا ہے۔ امام دارقطنی نے بھی کہا ہے کہ یہ روایت موقوفاً یا مرفوعاً ثابت نہیں۔ اور امام عقیلی نے بھی فرمایا ہے کہ اس متن کی روایت کمزور ہے۔ علامہ سیوطی اور علامہ شوکانی نے جو اسے ”علی شرط الصحیح“ کہا یہ محل نظر ہے۔ علامہ البانی اور علامہ معلی نے فوائد المجموعہ (ص: ۳۰۳) کے حواشی میں اس کی کمزوری واضح کر دی ہے۔

۹۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے آیس پڑھی اس نے گویا دس بار قرآن پڑھا۔ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نے آیس ایک بار پڑھی اس نے گویا دو بار قرآن پڑھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو کچھ آپ نے سنا آپ بیان کرتے ہیں اور جو کچھ میں نے سنا وہ میں بیان کرتا ہوں۔

(شعب الایمان: ۴۸۱/۲)
علامہ سیوطی نے یہی روایت ابن مردویہ اور بیہقی سے الدر المنثور (۵/ ۲۵۶) میں نقل کی ہے اور اس میں ”ابو ہریرہ“ کی بجائے ”ابو ہریرہ“ ہے مگر صحیح ابو ہریرہ ہی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ شعب الایمان میں ہے۔ امام ابن ابی حاتم نے اسے العلل (۲/ ۶۷) میں معلقاً نقل کیا ہے اور امام ابو حاتم سے نقل کیا ہے کہ یہ منکر ہے بلکہ علامہ البانی نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔ (الضعیفہ، رقم: ۴۶۳۶)

۱۰۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں پسند کرتا ہوں کہ میری امت کے ہر فرد کو یہ سورت یاد ہو۔“ (بزار)

مگر اس میں ابراہیم بن حکم بن ابان راوی منفرد ہے اور ضعیف ہے۔ (تقریب)

حتیٰ کہ امام ابن معین نے ”لیس بشیء“ امام نسائی نے متروک اور امام بخاری نے ”سکتوا عنہ“ کہا ہے۔ (میزان: ۱/ ۲۷ وغیرہ)

کذاب ہے۔ حافظ صالح جزرہ نے کہا ہے: وہ حدیث گھڑتا تھا۔ امام ابن عدی نے کہا ہے: عموماً اس کی حدیثیں باطل ہیں۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں: وہ بالاتفاق متروک ہے اور اس کی یہ حدیث اس کی ”بلایا“ میں سے ہے۔ (میزان: ۱/ ۲۵۳) علامہ شوکانی نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔ (فوائد المجموعہ، ص: ۳۰۰)

۶۔ حضرت حسان بن عطیہ سے مرسل مروی ہے کہ جس نے آیس پڑھی اس نے گویا دس بار قرآن پڑھا۔

(شعب الایمان: ۴۷۹/۲)
۷۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت ہے کہ جو آیس اللہ کی رضا کے لیے پڑھتا ہے اس کی بخشش ہو جاتی ہے اور آیس کا پڑھنا پورا قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (دارمی: ۲/ ۳۲۸)
مگر یہ روایت مرسل ہے اور معتز بن سلیمان اپنے باپ سے بلاغاً حسن بصری سے روایت کرتے ہیں، اس لیے یہ متصل بھی نہیں، ضعیف ہے۔

۸۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو رات کو اللہ کی رضا کے لیے آیس پڑھتا ہے اس کی اس رات مغفرت کر دی جاتی ہے۔“ (دارمی: ۲/ ۳۲۸، طرابلسی وغیرہ)
مگر یہ روایت بھی ضعیف ہے۔ حسن بصری مدلس ہیں اور روایت معنعن ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ ان کا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں، البتہ یہی روایت ابویعلیٰ میں بھی ہے اور اس میں ”سمعت أباهريرة“ ہے یعنی حسن بصری کے سماع کی صراحت ہے غالباً اسی وجہ سے حافظ ابن کثیر نے تفسیر (۳/ ۴۳۳) میں اور علامہ شوکانی نے فتح القدیر (۴/ ۳۵۸) میں کہہ دیا ہے کہ اس کی سند جید ہے۔ حالانکہ اس کا دار و مدار ہشام بن زیاد ابوالمقدام مدنی پر ہے اور وہ ”متروک“ ہے، اس لیے حافظ ابن کثیر کا یہ فیصلہ درست نہیں۔ حافظ ابن جوزی نے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو موضوعات (۱/ ۲۴۷) میں ذکر کیا ہے مگر یہ بھی درست نہیں بلکہ یہ انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: عجالۃ الراغب المتمنی فی تخریج عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی، رقم: ۶۷۶

توفیق الباری

”الادب المفرد“ للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات و فوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ
تسمیہ: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکول شالامار باغ۔ لاہور)

۱۱۴۷. عن أبي موسى قال: كان اليهود يتعاطسون عند النبي ﷺ رجاء أن يقول لهم: ((يرحكم الله)) فكان يقول: ((يهديكم الله ويصلح بالكم.))
حضرت ابو موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ یہود رسول اللہ ﷺ کے پاس (بہ تکلف) اس امید پر چھنکتے تھے کہ آپ ﷺ ان کے لیے رحمت کی دعا فرمائیں گے لیکن آپ ﷺ ان کے لیے فرماتے: ”اللہ تعالیٰ تم کو ہدایت دے اور تمہارے دل کی اصلاح کرے۔“

باب: إذ سلم على النصراني ولم يعرفه
اگر نصرانی کو بغیر پہچانے سلام کر لیا
۱۱۴۸. عن عبد الرحمن قال: مر ابن عمر بنصراني فسلم عليه، فرد عليه فأخبر أنه نصراني، فلما علم رجع فقال: رد علي سلامي.
”حضرت عبد الرحمن بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک نصرانی کے پاس سے گزرے تو اسے سلام کہا۔ اس نے سلام کا جواب دیا، پھر انھیں بتایا گیا وہ تو نصرانی ہے۔ جب انھیں معلوم ہوا تو اس نصرانی کے پاس آئے، اس سے کہا: میرا سلام واپس کر دو۔“

باب: إذا قال: فلان يقرئك السلام
جب کوئی کسی سے کہے: فلاں شخص تجھ کو سلام کہتا ہے
۱۱۴۹. عن عائشة حدثته، أن النبي ﷺ قال

باب: كيف يدعو للذمي؟

باب ذمی کو کس طرح دعا دی جائے

۱۱۴۵. عن عقبة بن عامر الجهني، أنه مر برجل هيئته حياة مسلم فسلم فرد عليه: وعليك رحمة الله وبركاته، فقال له الغلام: إنه نصراني، فقام عقبة فتبعه حتى أدركه فقال: إن رحمة الله وبركاته على المؤمنين، لكن أطال الله حياتك وأكثر مالك وولدك. (حسن)
”عقبہ بن عامر جہنی کے پاس سے گزرے، اس کی شکل و صورت مسلمانوں جیسی تھی۔ اس نے انھیں سلام کیا۔ انھوں نے جواب دیا: ”وعلیک ورحمة اللہ وبرکاتہ“ (تجھ پر بھی سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکت ہو۔) غلام نے کہا: یہ تو نصرانی ہے۔ حضرت عقبہ اٹھ کر اس کے پیچھے گئے۔ اس سے جا ملے، کہا: رحمة اللہ وبرکاتہ تو ایمان والوں کے لیے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ تیری عمر دراز کرے اور تیرے مال اور اولاد میں کثرت کرے۔“

۱۱۴۶. عن ابن عباس قال: لو قال لي فرعون: بارك الله فيك، قلت: وفيك، وفرعون قد مات. (صحيح)
”حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا: اگر فرعون بھی مجھ سے یہ کہے: اللہ تعالیٰ تجھ میں برکت کرے تو میں اس کے جواب میں کہوں گا: تجھ میں بھی اللہ تعالیٰ برکت کرے، حالانکہ فرعون مر چکا ہے۔“

میں ان کی خادمہ ہوں۔ ان کی نظر میں باوقار ہوں۔ اور
نوجوان بھی میرے پاس اپنی درخواستیں پیش کرتے، مجھ سے
بہنوں جیسا برتاؤ کرتے اور اپنے اپنے شہروں سے میری
طرف تحفے بھیجتے اور خط و کتابت کرتے تو میں حضرت عائشہ
ؓ سے عرض کرتی: اے خالہ! یہ فلاں شخص کا خط ہے اور اس
نے یہ ہدیہ بھیجا ہے۔ آپ ؓ فرماتیں: اے بیٹی! اس کو
جواب دے دو اور اس کے ہدیے کا بدلہ بھی دے دو۔ اگر
تمہارے پاس دینے کو کچھ نہ ہو تو مجھے بتا دینا میں دے دوں
گی، چنانچہ وہ دے دیا کرتی تھیں (اور میں خط کے ساتھ بھیج
دیتی تھی۔)“

باب: کیف یکتب صدر الکتاب؟

خط کا سرمانہ کس طرح لکھا جائے؟

۱۱۵۲. عن عبد الله بن دينار، أن عبد الله بن
عمر كتب إلى عبد الملك بن مروان يبأيه،
فكتب إليه: بسم الله الرحمن الرحيم! لعبد
الملك أمير المؤمنين من عبد الله بن عمر.
سلام عليك، فإني أحمد إليك الله الذي لا إله
إلا هو وأقر لك بالسمع والطاعة على سنة الله
وسنة رسوله فيما استطعت. (صحيح الإسناد)

”حضرت عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ
بن عمر ؓ نے عبدالملک بن مروان کو بیعت کے سلسلے میں
یوں خط لکھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ امیر المؤمنین عبدالملک کی
طرف عبداللہ بن عمر کی طرف سے۔ آپ پر سلام ہو۔ میں
آپ کی طرف حمد الہی کے تحفے پیش کرتا ہوں، وہ اللہ جس
کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں ہمہ تن گوش ہو کر آپ کی
اطاعت کا اقرار کرتا ہوں کہ آپ کے احکام سنوں گا اور ان
امور میں تابعداری کروں گا اور حسب قوت کوتاہی نہیں کروں
گا جو اللہ اور اس کے حکم کے مطابق ہوں گے۔“

لہا: ((جبریل یقرأ عليك السلام)) فقالت:
وعليه السلام ورحمة الله.

حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان
سے فرمایا: ”حضرت جبرائیل ؑ تجھے سلام کہتے ہیں۔“ تو
میں نے جواب میں کہا: ان پر بھی سلام ہو اور اللہ کی رحمت
ہو۔ (یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے۔)

باب: جواب الکتاب

خط کا جواب دینا ضروری ہے

۱۱۵۰. عن ابن عباس قال: إني لأرى
لجواب الكتاب حقا كرد السلام.

”حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں: میں خط کا
جواب دینا اتنا ہی ضروری سمجھتا ہوں جتنا سلام کا جواب دینا
ضروری سمجھتا ہوں۔“

باب: الكتابة إلى النساء وجوابهن

عورتوں کو خط لکھنا اور ان کی طرف سے جواب آنا

۱۱۵۱. عن عائشة بنت طلحة قالت: قلت
لعائشة - وأنا في حجرها - وكان الناس
يأتونها من كل مصر، فكان الشيوخ يتتابونني
لمكاني منها، وكان الشباب يتأخونني فيهدون
إلي ويكتبون إلي من الأمصار، فأقول لعائشة:
يا خالدة! هذا كتاب فلان وهديته، فتقول لي
عائشة: أي بنية! فأجيبه وأثيبه، فإن لم يكن
عندك ثواب، أعطيتك، فقالت: فتعطيني.

(حسن الإسناد)

”حضرت عائشہ بنت طلحہ بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت
عائشہ کی منہ بولی بیٹی تھی۔ ان کے پاس ہی رہتی تھی۔ ان
دنوں لوگ ہر شہر سے ان کے پاس آتے تھے اور بڑے
بزرگوار میرے پاس بھی بار بار آتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ

کربلا کی کہانی اہل بیت کی زبانی

مولانا مفتی محمد عبید اللہ عقیف (بانی مسجد امۃ العزیز اہل حدیث، رحمت ٹاؤن، فیصل آباد)

<p>کھینچی۔ اپنے دشمنوں کی تم نے یاری مددگاری کی اور اپنے دوستوں سے دستبرداری کر کے دشمنوں سے مل گئے۔“ (جلاء العیون: ۲/۲۳۲)</p> <p>نتیجہ:</p>	<p>۱۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بیان: آپ رضی اللہ عنہ نے متعدد موقعوں پر ظاہر فرمایا تھا کہ ہمارے شیعیان کوفہ نے بلا کر دغا و فریب دیا، مصائب سے دوچار کیا، لڑے اور قتل کیا:</p>
<p>حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ان تینوں بیانات سے ثابت ہوا کہ بلانے والے کوئی شیعہ تھے اور قتل کرنے والے بھی وہی تھے، کوئی اور نہ تھا۔</p> <p>۲۔ حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کا بیان:</p>	<p>۱۔ آپ رضی اللہ عنہ جب کوفہ جاتے ہوئے مقام زبالہ پر تشریف لائے اور مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر سنی تو اپنے رفقاء کو اکٹھا کر کے فرمایا:</p>
<p>۱۔ ”ایہا الناس من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فأنا علی بن حسین۔ ایہا الناس! نأشدتکم باللہ، هل تعلمون أنکم کتبتہم إلی أبی وخذعتموہ واعطیتموہ من أنفسکم العہد والميثاق والبیعة، ثم قاتلتموہ وخذلتموہ، فتبأ لکم..... فارتفعت أصوات الناس بالبکاء یدعوا بعضهم بعضا: هلکتہم وما تعلمون۔“ (کتاب الاحتجاج لأبي منصور أحمد بن علي الطبرسي: ۲/۳۰۵، ۳۰۶)</p>	<p>”خذلنا شیعتنا۔“ (خلاصة المصاب، ص: ۵۶ و جلاء العیون، ص: ۲۱۴)</p> <p>”ہمارے شیعوں نے ہماری نصرت (مدد) سے ہاتھ اٹھالیا۔“</p> <p>۲۔ کربلا میں خیمے سے باہر بیٹھے کوفیوں کے خطوط پڑھ رہے تھے۔ ایک عراقی مکہ جا رہا تھا۔ اس نے آپ رضی اللہ عنہ کی بے کسی و بے بسی دیکھ کر وجہ پوچھی تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا:</p> <p>”مردم کوفہ مرا دعوت کر تکر دنا نیک مکاتیب ایشان است و حالانکہ کشندہ من ایشانند۔“ (ناخ التوارخ: ۱/۱۵۹)</p> <p>”کوفہ کے لوگوں نے مجھے بلایا ہے۔ یہ ان کے خطوط ہیں، حالانکہ یہی لوگ میرے قاتل ہیں۔“</p>
<p>”لوگو! جو مجھے جانتا ہے سو جانتا ہے۔ جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ میں حسین (رضی اللہ عنہ) کا بیٹا علی (زین العابدین) ہوں۔ لوگو! کیا تمہیں علم نہیں کہ تم نے میرے والد حسین کو خطوط لکھے اور پھر دھوکہ دیا۔ تم نے پختہ وعدہ اور بیعت لینے کا پکا عہد دیا اور تم نے انہیں قتل کیا، ذلیل کیا۔ خرابی ہو تمہارے لیے جو کچھ تم نے اپنے لیے آگے بھیجا اور افسوس ہے تمہاری اس سوچ پر کہ تم کس آنکھ سے رسول کریم ﷺ کو دیکھو گے</p>	<p>۳۔ معرکہ کربلا سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ نے کوفی شیعوں کو مخاطب کر کے بددعا دیتے ہوئے فرمایا:</p> <p>”تم پر اور تمہارے پر لعنت ہو اے بیوفایان! جفا کاران غدار! تم پر وائے ہو۔ تم نے ہنگام اضطراب و اضطراب اپنی مدد کو مجھے بلایا اور جب میں نے تمہارا کہنا قبول کیا اور تمہاری نصرت و ہدایت کرنے کو آیا اس وقت تم نے شمشیر کینہ مجھ پر</p>

جب وہ فرمائیں گے: ”تم نے میری اولاد کو قتل کیا، تم میری امت نہیں ہو۔“ پس رونے کی آواز بلند ہوئی اور وہ ایک دوسرے کو بدعا دینے لگے۔“

۲۔ ”عن حذیم بن شریک الأسدی قال: لما أتى علی بن حسین زین العابدین بالنسوة من كربلاء وكان مریضا، وإذا نساء أهل الكوفة ينقد بن مشققات الجيوب، والرجال معهن یكون، فقال زین العابدین بصوت خلیل ونهكته العلة: إن هؤلاء یكون علينا فمن قتلنا غیرهم.“ (احتجاج طبرسی: ۳۰۳/۲، ۳۰۴ و جلاء العیون، اردو: ۲۷۰/۲)

”جب حضرت زین العابدین بیماری کی حالت میں عورتوں کے ساتھ کربلا سے کوفہ آرہے تھے تو کوفیوں کی عورتیں گریبان چاک کیے بین کرنے لگیں اور مرد بھی رونے لگ گئے، پس حضرت نے باواضعیف فرمایا: تم ہم پر نوحہ و گریہ کرتے ہو۔ لیکن یہ بتاؤ ہمیں قتل کس نے کیا ہے؟“

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور زین العابدین رضی اللہ عنہ، دونوں باپ اور بیٹے کے بیانات سے یہ نتائج برآمد ہوتے ہیں:

(۱) اہل کوفہ نے خطوط لکھے۔ (۲) اہل کوفہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دھوکا دیا۔ (۳) انھوں نے ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ (۴) قاتلان حسین رضی اللہ عنہ امت سے خارج ہیں۔ (۵) قاتلان حسین رضی اللہ عنہ روئے اور ان کی عورتوں نے گریبان پھاڑ لیے اور بین کیے بلکہ رونے کی مستقل رسم قائم کر گئے، گویا۔

کی اس نے میرے قتل کے بعد جفا سے توبہ

ہائے اس زود پشیمان کا پشیمان ہونا

یہ بھی یاد رہے کہ دونوں مدعی معصوم ہیں، اس لیے یہ دونوں اپنے دعوے میں صادق ہیں ع

لاکھوں سے بھاری ہے مدعی شہادت تیری

۳۔ سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہا کی شہادت:

شہید کربلا کی مظلومانہ شہادت کے باقی ماندہ بلاکشوں کا لٹا ہوا قافلہ جب کوفہ پہنچا تو کوفہ کے مردوں اور عورتوں نے ان کی قابل رحم حالت دیکھ کر رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ حضرت حسین کی ہمیشہ سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہا نے انھیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”أما بعد، یا أهل الكوفة! یا أهل الجنة والغدر والخذل! ألا فلا رقأت العبرة وهدأت الزفرة بئس ما قدمتم لأنفسكم أن سخط الله عليكم، وفي العذاب أنتم خالدون، أتبكون أخي؟ أجل، واللّٰه، فأبكوا فإنكم أحرى بالبكاء، وابكوا كثيرا واضحكوا قليلا فتعسا تعسا ونكسا ونكسا.“

”اے اہل کوفہ! اے اہل مکر وغدر و حیلہ! اے رسوا کرنے والو! خدا کرے تمھارے آنسو خشک نہ ہوں، تمھاری ہچکیاں بندھی رہیں۔ بہت برا ہے جو تم نے اپنے لیے آگے بھیجا یہ کہ تم پر اللہ تعالیٰ ناراض ہو گیا۔ تم ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہو۔ اب تم میرے بھائی حسین رضی اللہ عنہ پر روتے ہو تو پھر روتے ہی رہو کیونکہ اب تمھیں رونا ہی زیب دیتا ہے، لہذا بکثرت رونا اور تھوڑا ہنسو۔“

ماذا تقولون إن قال لكم نبیکم

ماذا صنعتم وأنتم آخر الأمم

بأهل بيتي وأولادي وتكرمتي

منهم أسارى ومنهم ضر جوابدم

(احتجاج طبرسی: ۳۰۴/۲، ۳۰۵)

”تم کیا جواب میں کہو گے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم سے پوچھیں گے کہ تم نے آخری امت ہوتے ہوئے میرے اہل

وابتلاکم بنا فکذبتمونا وکفرتمونا، ورایتم قتالنا حلالا وأموالنا نہبا کأنا أولاد الترك أو کابل، کما قتلتم جدنا بالأمس وسیوفکم تقطر من دماننا أهل البيت لحقد متقدم، قرت بذالك عیونکم وفرحت به قلوبکم۔“

ملا باقر مجلسی ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
”اے اہل کوفہ! اہل غدرو مکر و تکبر و حیلہ! حق تعالیٰ نے ہم کو تمہارے ہاتھ بتلا کیا ہے اور تم کو ہم سے امتحان کیا ہے۔ تم نے ہماری ہی تکذیب کی اور کافر سمجھا اور ہم پر قتال کرنا حلال سمجھے اور ہمارے مال کو غارت کیا ہے۔ اور ہم کو تم نے مانند اسیران ترک و کابل اسیر کیا۔ کل کے روز تم نے ہمارے جد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کو قتل کیا اور بسبب کینہ ہائے دیرینہ ہر وقت ہم اہل بیت کا خون تمہاری تلواروں سے ٹپکتا رہا۔ اور ہمارے قتل کرنے سے تمہارے دل شاد ہوئے۔“ (احتجاج طبرسی: ۳۰۲/۲ و جلاء العیون، اردو: ۲۷۲/۲)

دختر شہید کے بیان کے نتائج:

- (۱) شیعیان کوفہ نے اہل بیت کو کافر سمجھا اور ان کا خون حلال جانا۔
- (۲) ان کو اہل بیت سے پرانی عداوت تھی۔
- (۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قاتل شیعہ تھے۔
- (۴) اہل بیت کو قتل کر کے کوئی خوش ہوئے۔
- (۵) ان کا رونا پینا محض ڈرامہ تھا۔

۵۔ سیدہ کلثوم خواہر شہید مظلوم رضی اللہ عنہا کا بیان:

ا۔ ”بعد اُس کے ام کلثوم، دوسری دختر فاطمہ رضی اللہ عنہا، نے رورو کر آواز دی کہ اے اہل کوفہ! تمہارا حال اور مال برا ہو، تمہارے منہ سیاہ ہوں۔ تم نے کئی سبب سے میرے بھائی حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کی مدد نہ کی اور انھیں قتل کر کے مال اسباب ان کا لوٹ لیا۔ وائے ہوتم پر اور لعنت ہوتم پر۔“ (جلاء العیون: ۲۷۳/۲)

بیت، میری اولاد اور میری باعزت نسل سے کیا سلوک کیا۔ ان میں سے بعض کو قیدی بنا لیا اور بعض کو خون میں نہلا دیا (خدا تمہیں برباد کر دے۔ تم منہ کے بل گر کر مرو۔ تمہیں برباد کر دے۔)“

ملا باقر مجلسی نے اس پر در خطبے کا ترجمہ یوں کیا ہے:
”اما بعد، اے اہل کوفہ! اے اہل مکر و غدرو حیلہ! تم پر گریہ وزاری کرتے ہو اور خود تم نے ہم کو قتل کیا ہے تو ابھی تمہارے ظلم سے ہمارا رونا موقوف نہیں ہوا۔ اور تمہارے جسم سے ہمارا فریاد و نالہ ساکن نہیں ہوا۔ تم نے اپنے لیے توشہ و ذخیرہ بہت خراب بھیجا ہے اور اپنے آپ کو ابد الابد سزوار جہنم کیا۔ تم ہم پر گریہ و نالہ کرتے ہو، حالانکہ خود تم ہی نے ہم کو قتل کیا۔ سچ ہے، واللہ لازم ہے کہ تم بہت گریہ کرو اور کم خندہ کرو۔ تمہارے یہ ہاتھ قطع کیے جائیں۔ اے اہل کوفہ! تم پروائے ہو۔ تم نے کن جگر گوشہ ہائے رسول رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور پردگیان اہل بیت رسول ﷺ کو بے پردہ کیا، کس قدر فرزند ان رسول کی تم نے خوزیزی کی، ان کی حرمت کو ضائع کیا۔“ (جلاء العیون، ص: ۲۷۰)

نتائج:

- (۱) کوفیوں نے مکر و حیلہ سے شہید کر بلا کو بلایا۔ (۲) شہید کر بلا سے غداری کی اور اہل بیت کو قتل کیا۔ (۳) پھر یہ خون چکاں کردار ادا کرنے کے بعد رونا پینا شروع کر دیا۔ (۴) ان کی اس کرتوت پر ان کو ابدی جہنم کی خوشخبری سنائی گئی۔ (۵) قاتل وہی لوگ تھے جنہوں نے بلایا تھا۔ اور وہ شیعہ تھے تو اس جرم کے مرتکب اور ابدی جہنم کے سزاوار وہی شیعہ ٹھہرے۔

۴۔ سیدہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا کا بیان:

”اما بعد، یا اہل الکوفہ! یا اہل المکر والغدر والخیلاء! انا اهل بیت، ابتلانا الله بکم،

اسی طرح کرتے ہو! تم بہت برے لوگ ہو۔ خدا تمہیں بروز قیامت سیراب نہ کرے۔“ (جلاء العیون: ۲۳۱/۲)

۲۔ حرب بن یزید شہید کا بیان:

یہ وہی حرب بن یزید کوفی شیعہ ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کو مقام اشراف پر روک لیا تھا اور مدینہ منورہ کی طرف واپس چلے جانے کی اجازت نہیں دی تھی۔ اور مقام شہادت پر آپ ﷺ کو لے آئے مگر کوفی شیعوں کا ظلم اور بربریت دیکھ کر ضبط نہ کر سکے اور توبہ کر کے حضرت ﷺ سے آ ملے۔ اور شیعوں سے مقابلہ کرنے گئے اور پکار کر کہا:

یا اهل الكوفة! ثقلتكم أمهاتكم، دعوتكم هذا العبد الصالح حتى إذ أتاكم ثم عدتم عليه لتقتلوه وأخذتم بكظمه وأحطتم به من كل جانب لتمنعوا التوجه إلى بلاد الله فصار كالأسير، ومنعتموه وأهله عن ماء الفرات الجاري تشربه اليهود والنصارى والمجوس وتمرغ فيه خنازير السواد، بئسما خلفتم محمدا صلى الله في ذريته، لاسقاكم الله يوم الظماء.

”اے اہل کوفہ! تمہاری مائیں تمہارے ماتم میں گرفتار ہوں۔ فرزند رسول کو بوعہ ہائے دروغ تم نے طلب کیا اور اب تلواریں ان پر کھینچتے ہو۔ اور انہیں اجازت واپس جانے کی بھی نہیں دیتے اور آب فرات کو یہود و نصاریٰ و مجوس و سگ و خوک پیتے ہیں اور امام حسین ﷺ اور ان کے اہل بیت کو نہیں دیتے ہو۔ اب پیغمبر کو یہی عوض دیتے ہو۔ خدا تم کو بروز قیامت تشنگی سے نجات نہ دے۔“ (خلاصۃ المصائب، ص: ۶۸ و جلاء العیون، ص: ۳۳۵)

نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ ان سات مدعیان کے بیانون میں قدر مشترک یہ ہے:

۲۔ جب اہل کوفہ بچوں پر رحم کھا کر خرے اور روٹیاں دیتے تھے، ام کلثوم رضی اللہ عنہا انہیں منع کر کے فرماتی تھیں:

”اے اہل کوفہ! ہم اہل بیت پر تصدق حرام ہے۔“ زنان کوفہ ان مقربان حضرت ذوالجلال کے حال پر گریہ کرتی تھیں۔ ام کلثوم نے جب ان کی صدائے گریہ سنی، محل سے آواز دی اور فرمایا: ”اے زنان کوفہ! تمہارے مردوں نے ہمارے مردوں کو قتل کیا۔ اور ہم اہل بیت کو اسیر کیا، پھر تم کیوں روتی ہو۔“ (جلاء العیون: ۲۷۵/۲)

گویا بی بی ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے اتمام حجت کے طور پر فرمایا۔ تمہیں قاتل، تمہیں شاہد، تمہیں منصف ٹھہرے اقربا مرے کریں قتل کا دعویٰ کس پر؟

رفقاء اہل بیت کے بیانات:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور زین العابدین دونوں، بقول شیعہ، امام معصوم ہیں۔ اور تینوں سیدات محرات کے بیانات کے بعد اب ان رفقاء باوفا کے بیانات پیش کرنا چاہوں گا جو اگرچہ افراد اہل بیت تو نہیں مگر وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے جاٹا ضرور تھے اور ساتھ ہی شہید ہوئے ہیں۔

۱۔ بریر بن حضیر کا بیان:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس جان نثار نے دشمن کے لشکر کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”اے اہل کوفہ! تم پر وائے ہو کہ تم اپنے وہ عہد و پیمان اور وعدے اور خطوط موکہہ بقسم جو تم نے لکھے تھے، سب بھول گئے۔ اے بے شرمو! تم نے اہل بیت پیغمبر کو لکھا تھا کہ ہمارے شہر میں تشریف لائیے، ہم اپنی جانیں آپ ﷺ پر قربان کریں۔ اب جبکہ وہ تشریف لائے تو پانی بھی ان کو نہیں دیتے اور چاہتے ہو پسرا بن زیاد بے بنیاد کو ان پر مسلط کر دو۔ اپنے پیغمبر کی رعایت ان کے فرزندوں کے حق میں

ان کے اہل بیت کم تھے، پس ہزار مرد عراقی نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ اور جنہوں نے بیعت کی تھی خود انہوں نے شمشیر امام حسین رضی اللہ عنہ پر چلائی اور ہنوز بیعت امام حسین رضی اللہ عنہ ان کی گردنوں میں تھی کہ امام کو شہید کیا۔“

(جلاء العیون: ۲/۳۸۳)

جناب محمد باقر کے اس بیان سے اس گتھی کی تمام گرہیں کھل گئیں اور بات بالکل واضح ہو گئی، لہذا۔

شکریہ پرستش غم لیکن اصرار نہ کر

پوچھنے والے یہ تیرا ہی کہیں راز نہ ہو

قاتلان حسین رضی اللہ عنہ کا اقبالِ جرم:

آپ جواب کے شروع میں پڑھ آئے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھ کر کوفہ بلانے میں سلیمان بن سردخزاعی، مسیب بن نجبه، رفاعہ بن شداد بجلی، حبیب بن مظاہر، عبداللہ بن دال اور عبداللہ بن سعد پیش پیش تھے۔ یہ پانچوں نہ صرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کٹر شیعہ تھے بلکہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے بھی مشہور شیعہ تھے۔ جب حضرت ان کی دعوت پر کوفہ چلے آئے تو یہ پانچوں بیعت توڑ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مدد سے دستبردار ہو گئے تھے۔ اب جبکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو جام شہادت نوش فرمائے چند ماہ گزر جاتے ہیں تو ان کو توبہ سوجھتی ہے، وہ بھی اہل کوفہ سے انتقام لینے کے لیے نہیں بلکہ شام میں بسنے والے بنو امیہ کے خلاف خروج کرنے کی نیت سے، چنانچہ شیعوں کے مشہور مجتہد اور شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری لکھتے ہیں:

”سلیمان بعد از چند ماہ متنبہ شدہ انگشت حسرت بدنداں۔
گرفتہ بر خود نفیرین مے کرد کہ خزاں دنیا و آخرت نصیب باشد
کہ بعد از آنکہ امیر المومنین را طلب داشتیم تنگ بر روئے
او کشیدیم تا از بے وفائی ما رسید باو آنچه رسید و رو سائے ایں
جماعت بیخ نفر بودند: سلیمان بن سردخزاعی و مسیب بن نجبه

(۱) اہل کوفہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ۱۲ ہزار خطوط لکھ کر آنے کی دعوت دی۔

(۲) دعوت دینے والے شیعہ تھے۔

(۳) ان بلانے والے شیعوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا، اہل بیت کو قید کیا اور ان کا مال لوٹا۔

(۴) قاتلان حسین رضی اللہ عنہ کی عورتوں نے بین کیے اور گریبان چاک کیے۔

(۵) قاتلان حسین رضی اللہ عنہ شیعہ امت رسول سے خارج ہیں۔

جناب محمد باقر رضی اللہ عنہ کا بیان:

آپ رضی اللہ عنہ جناب گرامی قدر زین العابدین کے فرزند اور شیعہ کے پانچویں امام معصوم ہیں۔ اور معصوم کا بیان جھوٹا نہیں ہو سکتا، ورنہ وہ معصوم نہیں رہے گا۔ اور جد بزرگوار حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر چالیس برس اور والد بزرگوار حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر چوبیس برس اور بروایت دیگر تینتیس برس تھی، لہذا ظاہر ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کربلا کی جانگسل کہانی اپنے والد بزرگوار زین العابدین ہی سے سنی ہوگی۔ بیان یہ ہے:

”جب امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے بیت کی، پھر ان سے بیعت شکستہ کی اور ان پر شمشیر کھینچی، اور امیر المومنین ہمیشہ ان سے بمقام مجادلہ اور محاربہ تھے اور ان سے آزار و مشقت پاتے تھے، یہاں تک کہ ان کو شہید کیا اور ان کے فرزند امام حسن رضی اللہ عنہ سے بیعت کی اور بعد بیعت کرنے کے ان سے غدر اور مکر کیا۔ اور چاہا کہ ان کو دشمن کو دے دیں۔ اہل عراق سامنے آئے اور خنجر ان کے پہلو پر لگایا اور خیمہ ان کا لوٹ لیا یہاں تک کہ ان کی کنیر کے پاؤں سے خلخال اتار لیے اور ان کو مضطرب اور پریشان کیا۔ تا آنکہ انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی اور اپنے اہل بیت کے خون کی حفاظت کی۔ اور

وعبداللہ بن سعد وعبداللہ بن وال ورفاعہ بن شداد۔ ایں پنج کس از معارف اصحاب امیر المومنین بودند وچوں عزیمت ایشان بطلب خون امام حسین علیہ السلام تقسیم یافت جمع کثیر بر سرائے سلیمان بن صدخزاعی آمد و مسیب بن نجبه مصحوب عمر بن سعد بکر بلا رفتہ بود۔ سخن آغاز کردہ گفتند خدائے تعالیٰ مارا بطول عمر گردانید تا در انواع فتنہ پا افتادیم و با مور نانشہ متہم گیشتم، اکنون از اعمال سیدہ خویش نادم گشتہ میخوایم کہ دست در دامن توبہ و انابت زنیم شاید کہ خداوند عز و علا توبہ ما را قبول کردہ بر ما رحمت کند و ہر کس از ان جماعت کہ کربلا رفتہ بودند عذر ہے گفتند۔ سلیمان بن صد گفت پنج چارہ نمے دا نیم جز آنکہ خود را در عرصہ تیغ آوریم و مجموع شیعہ بزائوئے استغفار آمدہ۔“ (مجالس المؤمنین، جلد: ۱ و قاتلان حسین از مرزا پوری، ص: ۶۰)

”حضرت حسین علیہ السلام کی مظلومانہ شہادت کے چند ماہ بعد سلیمان نے متنبہ ہو کر حسرت سے دانتوں تلے انگلی دبالی اور اپنے تئیں نفرین کی کہ ہم کو دنیا و آخرت میں نقصان ہوا اس کے بعد کہ ہم نے امیر المومنین حضرت حسین علیہ السلام کو خود ہی کوفہ بلایا اور ان کے منہ پر تلوار چلائی، یہاں تک کہ ہماری بیوفائی سے ان پر بہت بڑی مصیبت گزر گئی۔ اس گروہ کے سرغنہ پانچ آدمی تھے: سلیمان بن صدخزاعی مسیب بن نجبه عبداللہ بن سعد، عبداللہ بن وال اور رفاعہ بن شداد۔ یہ پانچوں آدمی امیر المومنین کے مشہور اصحاب میں سے تھے۔ جب امام حسین علیہ السلام کے خون کا بدلہ لینے پر ان لوگوں کا پکا ارادہ ہو گیا تو ایک بڑی جماعت سلیمان بن صد کے گھر پر جمع ہوئی۔ ان میں مسیب بن نجبه تھے جو عمر بن سعد کے لشکر میں شامل ہو کر کربلا گئے تھے۔ سب نے بات کا آغاز یوں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اتنی طویل عمر دی کہ ہم لوگ

گو ناگوں فتنوں میں مبتلا اور ناشائستہ کاموں کے ساتھ متہم ہوئے۔ اب ہم اپنے ان برے کاموں پر شرمندہ ہیں اور چاہتے ہیں کہ توبہ کریں، شاید اللہ تعالیٰ ہماری توبہ قبول فرما لے اور ہم پر رحم کر دے۔ اس گروہ میں سے جتنے لوگ (یزید کی طرف سے حضرت حسین علیہ السلام کو قتل کرنے) کربلا گئے تھے سب اسی طرح معذرت کرنے لگے۔ سلیمان بن صد نے کہا: میرے نزدیک اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم اپنے آپ کو شمشیر بکف میدان میں لائیں (جیسے بنی اسرائیل کے بہت سے لوگوں نے باہم ایک دوسرے کو تلوار پر رکھ دیا تھا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ﴾ ”تم لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔“) یہ کہہ کر سب شیعہ برادری استغفار کے لیے گھٹنوں کے بل گر پڑی۔“

جھنجھلا کے مجھ کو ذبح تو صیاد نے کیا

اب رو رہا ہے منہ کو قفس پر دھرے ہوئے

غور فرمائیے! سلیمان، مسیب، عبداللہ بن سعد، عبداللہ بن وال اور رفاعہ یہی بڑے بڑے شیعہ ہی تو تھے جنہوں نے اپنی طرف سے اپنے ناموں کے حوالے سے خطوط لکھ کر بلایا، اور حضرت حسین علیہ السلام نے بھی اپنے خطوط انہی کے نام ارسال فرمائے۔ دیکھیے کتنے کھلے الفاظ میں اور کس قدر صفائی کے ساتھ ابن سعد کے لشکر میں شامل ہو کر حضرت کو شہید کرنے کا صاف صاف اقرار کر کے اپنے آپ کو لعن طعن اور ملامت کر رہے ہیں اور اس جرم عظیم پر نادم و شرمندہ ہو کر گھٹنوں کے بل گر کر توبہ و استغفار کر رہے ہیں۔

صد ہا ارمانوں سے جس نے مجھے ذبح کیا

قتل کے بعد کوئی دیکھے ندامت ان کی

پھر یہی سلیمان بن صدخزاعی امیر التوائین بن کر اور سب شیعوں کو ہمراہ لے کر بنو امیہ پر خروج (چڑھائی) بھی کرتا ہے اور قبر

بن سعد رضی اللہ عنہ کی فوج میں شامل ہو کر حضرت کے بے گناہ خون سے کربلا کے ریگ زار کو خونتاب بنا کر دم لیا۔

(۶) چند ماہ بعد خون حسین رضی اللہ عنہ کا اقبال جرم کیا اور پھر اس قتل ناحق کے گناہ عظیم سے توبہ واستغفار کرنے لگے۔

(۷) مجرم کا یہ اقرار کہ میں نے یہ جرم کیا ہے ہر قسم کے ثبوت سے بے نیاز کر دیتا ہے یعنی مجرم کا تنہا اقبال جرم ہی فرد قرار داد جرم کی تشخیص وتوسید کے لیے شرعاً اور عقلاً کافی ہوتا ہے، لہذا مثل آفتاب تاباں کے روشن ہوا کہ قاتلان حسین رضی اللہ عنہ شیعیان کوفہ ہی تھے۔ ان میں کوئی مجازی تھا اور نہ شامی، یعنی خالص شیعیان کوفہ تھے۔

لاکھوں چھپایا راز محبت نہ چھپ سکا
آنکھوں نے رو کر یار سے اظہار کر دیا
ہم اپنے اس جواب کو نمونہ سلف، نامور محقق، نڈر اور بیباک
محافظ ناموس صحابہ، کامیاب اہل حدیث مناظر ملک ابوالحریر
عبدالعزیز ملتانی رحمۃ اللہ علیہ وسعۃ کے حسب ذیل واشگاف بیان پر ختم
کرتے ہیں:

”شعیہ صاحبان خلفاء راشدین ودیگر صحابہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کو شب وروز منافق وغیرہ کہہ کر اپنا ایمان اکارت کرتے
ہیں۔ خدائی غیرت نے ایسا جوش مارا کہ شیعہ مصنفین کی
اقدام سے شیعوں کے حق میں اسی دنیا میں ملعون، معذب،
مغضوب، مقہور، مرتد، منافق وغیرہ لکھوایا۔ اور سید شباب
اہل الجنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو انھی کے ہاتھوں شہید کرا کے
ان کو جہنم کا مستحق بنایا جو آج تک کتب شیعہ میں مسطور
ومرقوم پایا اور خسار الدنیا والاخرۃ کا فرد کامل بنایا۔
کسی نے خوب کہا ہے۔

کان رکھتے ہو تو سن لو نعرۃ قہر خدا
پردہ پوشی ہو چکی ختم اب عذاب آنے کو ہے“
هذا ما عندي واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب

حسین رضی اللہ عنہ پر دوبارہ توبہ بھی کرتا ہے، علامہ شوستری ارقام فرماتے ہیں:

”چونذ قبر امیر المومنین حسین علیہ السلام رسیدند باہم گفتند: سزاوار
آنست کہ نخست بزیارت امام حسین علیہ السلام رویم ودست درد
امن توبہ وانابت زینم داز وعذر خوایم آنگاہ متوجہ مقصد
شویم۔“ (مجلس المومنین۔ قاتلان حسین، ص: ۶۱، ۶۲)

”جب یہ شیعہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر کے قریب پہنچے تو
ایک دوسرے کو کہنے لگے کہ سب سے پہلے ہم حضرت حسین رضی اللہ عنہ
کی زیارت کو جائیں اور وہاں (قبر حسین رضی اللہ عنہ) پر توبہ اور ان
سے اپنے جرم پر معذرت کریں، پھر مقصد پر توجہ دیں۔“

لیجیے جناب قاضی نور اللہ شوستری ایسے فاضل کے مطابق شیعیان
کوفہ اعتراف کر چکے کہ قاتلان حسین رضی اللہ عنہ ہم ہی ہیں اور یہ امر شرعاً
اور قانوناً مسلم ہے کہ خود مجرم کا یہ اقرار کہ میں نے یہ جرم کیا ہے، ہر قسم
کے مزید ثبوت سے مستغنی اور بے نیاز کر دیتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ
سنی اس قتل ناحق کے الزام سے بال بال بری ہیں۔

یہ ہے کربلا کی کہانی جو شہید کربلا اور ان کے زندہ بچ جانے
والے اہل بیت ودیگر رفقاء باوفا کے بیانات کی روشنی میں شیعہ کی معتبر
اور مستند کتابوں کے مفصل حوالہ جات کے ساتھ بعون اللہ حسن توفیقہ
آپ کی خدمت میں پیش کر دی ہے۔ اس دردناک کہانی کو سرسری نظر
سے پڑھنے والا بھی اس نتیجے پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا:

(۱) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ خود نہیں گئے تھے بلکہ بلائے گئے تھے۔
(۲) ان بلائے والوں نے ۱۲ ہزار خطوط کا چکما، ایک لاکھ تلوار کا
جھانسہ اور حضرت مسلم بن عقیل کی ہنگامی اور جھوٹی بیعت کا دھوکہ
دے کر آپ رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلایا تھا۔
(۳) یہ بلائے والے خالص اہل کوفہ تھے۔ ان میں سے کوئی مجازی تھا
اور نہ شامی۔

(۴) یہ سب نہ صرف کٹر شیعہ تھے بلکہ شیعیان حسین رضی اللہ عنہ ہونے کے
علاوہ شیعیان علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

(۵) ان بلائے والوں نے ہی از راہ تقیہ حضرت کی بیعت توڑ کر عمر

توحید عبادت مسلمانوں کا امتیازی نشان

مولانا عبدالرقیب سلفی

دیتا ہے، اس لیے انسان کے دل میں ظاہر و پوشیدہ طور سے صرف اللہ کا خوف ہونا چاہیے اور اسی سے ڈرنا چاہیے۔ اب اگر کوئی اس کے برخلاف کسی انسان یا کسی اور چیز سے اس وجہ سے ڈرتا ہے کہ وہ اس کو نفع یا نقصان پہنچا سکتی ہے، یعنی بگڑی بنا سکتی ہے یا بنی ہوئی بگاڑ سکتی ہے تو یہ شرک اکبر ہے، اس لیے کہ وہ غیر اللہ کو نفع و نقصان کا مالک خیال کرتا ہے اور اس پر اعتقاد رکھتا ہے، جبکہ اللہ کا حکم ہے:

﴿فَإِنِّي فَارَهِبُونَ﴾ [النمل: ۵۲]

”مجھ ہی سے ڈرو۔“

﴿فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَ اخْشَوْنِ﴾ [المائدة: ۴۴]

”لوگوں سے مت ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو۔“

﴿وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ [يونس: ۱۰۷]

”اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی نقصان پہنچائے تو اس کو اس کے علاوہ کوئی دور نہیں کر سکتا اور اگر نفع دینا چاہے گا تو اس کے فضل و کرم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ وہ اپنے فضل سے اپنے جس بندے کو چاہتا ہے نوازتا ہے، اور وہ گناہوں کا بخشنے والا اور بندوں پر رحم کرنے والا ہے۔“

امید:

جو امیدیں صرف اللہ کی ذات سے پوری ہو سکتی ہیں، ان کی توقع غیر اللہ سے رکھنا اور ان سے امیدیں وابستہ رکھنا، جیسے مردہ آدمی کو پکارنا، حاجت روائی کے لیے ان سے دعا کرنا وغیرہ، یہ شرک اکبر ہے،

عبادت کی تفصیلی فہرست کافی لمبی ہے، ہم ان میں سے بعض کا تذکرہ کر رہے ہیں:

محبت:

جو محبت اللہ تعالیٰ کے لائق اور مناسب ہے اس میں دوسرے کو شریک کرنا شرک ہے۔ اور شرک کرنے والا قرآن کی تصریح کے مطابق مشرک ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَمَا هُمْ بِخُرَاجِينَ مِنَ الْغَارِ﴾ [البقرة: ۱۶۵، ۱۶۷]

”لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو دوسروں کو اللہ کا شریک بنائے ہوئے ہیں، وہ ان سے اللہ کی محبت جیسی محبت کرتے ہیں..... اور یہ لوگ جہنم سے باہر نہیں ہو سکیں گے۔“

توکل:

جن امور میں اللہ تعالیٰ قادر ہے دوسرے کو اس پر کوئی دسترس حاصل نہیں ہے۔ ان کا انجام پانے کے لیے اللہ پر توکل اور اعتماد کی بجائے دوسرے پر تکیہ کرنا شرک ہے، اللہ کا فرمان ہے:

﴿وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾ [المجادلة: ۱۰]

”مومنین کو صرف اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔“

جن امور پر صرف اللہ کو قدرت ہے ان کے اندر دوسرے پر اعتماد و بھروسہ شرک اصغر ہے۔

خوف:

انسان اللہ کا بندہ اور اس کی مخلوق ہے۔ وہی اس کو آرام و تکلیف

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجْهَهُدُوا فِي سَبِيلِ

اللَّهِ أُولَئِكَ يُرْجَوْنَ رَحْمَتَ اللَّهِ﴾ [البقرة: ۲۱۸]

”جو لوگ ایمان لائے، گھر بار چھوڑا، اللہ کی راہ میں جہاد کیا،

وہ سب اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بندے صرف اپنے رب سے

توفقات وابستہ کریں۔

نماز، رکوع، سجود:

یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں۔ اگر کوئی شخص ان کو

دوسرے کے لیے کرتا ہے تو وہ شرک میں مبتلا ہے، اللہ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا

رَبَّكُمْ﴾ [الحج: ۷۷]

”اے مومنو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت

کرو۔“

دعا:

یہ عبادت ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اب اگر

کوئی شخص اپنا سوال دوسرے کے پاس لے جاتا ہے جو اس کی قدرت

سے باہر ہے، جیسے شفاعت طلب کرنا اور دوسرے مطلوب و مقصود کے

حصول کے لیے اس سے دعا کرنا تو یہ شرک ہے، قال اللہ تعالیٰ:

﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْعٍ

إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْعَوْا دُعَاءَ كُمْ وَلَوْ سِيعُوا مَا

اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا

يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾ [فاطر: ۱۳، ۱۴]

”جن لوگوں کو تم اللہ کے علاوہ پکارتے ہو وہ لوگ گھٹلی

کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں۔ اگر تم ان سے دعا کرو

گے تو تمہاری دعا نہیں سنیں گے اور اگر سن لیں گے تو اسے

پوری نہ کر سکیں گے، اور قیمت کے دن تمہارے شرک کا

آشکارا کریں گے، اور باخبر ہستی کی طرح کوئی خبر نہیں

دے سکتا تم کو۔“

﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ

فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ [یونس: ۱۰۶]

”تم خدا کو چھوڑ کر کسی ایسے سے دعا مت کرو جو نہ تم کو نفع پہنچا

سکتے ہیں نہ نقصان، اگر تم ایسا کرو گے تو ظالم بن جاؤ گے۔“

﴿وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ

يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ

دَاخِرِينَ﴾ [مؤمن: ۶۰]

”تم لوگوں کے رب نے حکم دیا ہے کہ مجھ سے دعا کرو،

میں تمہاری دعا قبول کروں گا، اور جو لوگ میری عبادت

سے روگردانی کریں گے وہ سب اکٹھے جہنم میں داخل

ہو جائیں گے۔“

﴿أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ قُلْ أَوَلَوْ كَانُوا لَا

يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُونَ﴾ قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا

[الزمر: ۴۳]

”آیا ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو سفارشی بنا لیا

ہے باوجودیکہ وہ نہ کسی چیز کے مالک ہیں اور نہ کوئی چیز سمجھتے

ہیں۔ آپ کہہ دیجیے: ساری شفاعت اللہ تعالیٰ کے لیے

مخصوص ہے۔“

ذبح:

غیر اللہ کے نام سے یا اس کے نام پر ذبح کرنا حرام ہے۔ یہ مالی

عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اگر کوئی شخص کسی پیر،

فقیر کے نام پر ذبح کرتا ہے تو یہ شرک ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ إِنْ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ

الْعَالَمِينَ﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ

الْمُسْلِمِينَ﴾ [الأنعام: ۱۶۲، ۱۶۳]

”آپ کہہ دیجیے! میری نماز، میری قربانی، میرا جینا، میرا مرنا

اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے،

اسی بات کا حکم مجھے ملا ہے اور میں پہلا مسلمان ہوں۔“

نذر:

یہ اللہ کے لیے خاص ہے، قال اللہ تعالیٰ:

﴿وَلْيُؤْفُوا نَذْرَهُمْ﴾ [الحج: ۲۹]

”لوگ اپنی نذریں پوری کریں۔“

﴿يُؤْفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ

مُسْتَطِيرًا﴾ [الدھر: ۷]

”وہ لوگ نذر پوری کرتے اور قیامت کے دن سے ڈرتے

ہیں۔“

طواف:

یہ بیت اللہ کے لیے خاص ہے اور یہ اللہ کی عبادت ہے، پس اگر کوئی شخص کسی مکان یا قبر کے چاروں طرف چکر لگاتا ہے تو یہ اس صاحب قبر کی عبادت ہے، لہذا یہ شرک ہے، قال اللہ تعالیٰ:

﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ [الحج: ۲۹]

”لوگ بیت اللہ کا طواف کریں۔“

توبہ:

گناہوں سے توبہ اللہ کے دربار میں کرنی چاہیے، اس لیے کہ وہی توبہ قبول کرتا ہے۔ دوسرے کے آستانے پر سر ٹیکنا لا حاصل ہے اور شرک ہے، قال اللہ تعالیٰ:

﴿وَمَنْ يَغْفِرِ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ﴾ [آل عمران: ۱۳۵]

”صرف اللہ ہی گناہوں کی مغفرت کر سکتا ہے۔“

﴿وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ

تُفْلِحُونَ﴾ [النور: ۳۱]

”اے مومنو! سب کے سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تاکہ

فلاح پاسکو۔“

استعاذہ:

غیر اللہ سے کسی چیز کی پناہ طلب کرنا جبکہ وہ پناہ دینے پر قادر نہیں ہے، شرک ہے۔ آدمی کو ہر طرح کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب

کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ [الفلق: ۱]

”آپ کہیے، میں صبح کے رب کی پناہ چاہتا ہوں۔“

﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ [الناس: ۱]

”آپ کہیے: میں سب لوگوں کے رب کی پناہ چاہتا ہوں۔“

استغاثہ:

اور اللہ تعالیٰ ہی بندوں کی فریاد منتا ہے اور فریاد رسی کرتا ہے، اس لیے خدائی تصرفات والے امور میں غیر اللہ سے فریاد واستغاثہ کرنا شرک ہے، قال اللہ تعالیٰ:

﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَبَ لَكُمْ﴾ [الأنفال: ۹]

”جب تم لوگ اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری فریاد رسی کی۔“

اس بحث میں تاکید کے طور پر یہ بات بار بار گزر چکی ہے کہ تمام عبادتیں اللہ کے لیے مخصوص ہیں۔ اس میں دوسرے کو شریک کرنے والا مشرک ہو جاتا ہے۔ اور عبادت کی جو صورتیں یہاں پر مذکور ہیں، ان کو خصوصیت سے زیر بحث لانے کی وجہ یہ ہے کہ آج دنیا میں مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد ان عبادات کے اندر شرک جیسی مہلک بیماری کا شکار ہو گئی ہے۔ اور شکم پرور فقیروں، پیروں اور ملاؤں کے جال میں پھنس کر بڑی بے دردی کے ساتھ توحید عبادت کو کچل رہی ہے، روند رہی ہے، پامال کر رہی ہے۔ اپنا وقت، مال اور آبرو برباد کر کے قبروں کے یہ پجاری اس زعم باطل میں مبتلا ہیں کہ ہم لوگ کار خیر انجام دے رہے ہیں، اپنی دنیا و آخرت سنوار رہے ہیں، حالانکہ یہ سرتاپا شر ہے، ایمان باللہ کے تقاضے کے خلاف ہے اور اسلام دشمنی ہے۔ یہ مذکورہ عبادتیں صرف اور صرف اللہ کے لیے ہیں۔ وہ بلا شرکت غیرے اس کا حقدار ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا﴾ [النساء: ۳۶]

”اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔“

انہی عبادات کے اندر شرک کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مشرکین

ضروری اعلان

- ہفت روزہ ”الاعتصام“ لاہور میں مضامین ارسال کرنے والے خواتین و حضرات درج ذیل باتوں کا ضرور خیال فرمایا کریں:
- مضمون کاغذ کی ایک طرف لکھا ہو، صاف ستھرا اور حاشیہ چھوڑ کر لکھیں۔
 - مضمون مدلل، باحوالہ، آیت، حدیث اور کتب کے نام و صفحہ نمبر مکمل تحریر فرمائیں۔
 - جلسوں، کانفرنسوں کے اشتہارات یا اعلانات بھیجنے والے احباب اس کا اعلان جلسہ یا کانفرنس کے انعقاد سے پندرہ دن پہلے ارسال کر دیا کریں، نیز ان جلسوں یا تقاریب کی رپورٹ وغیرہ شائع کرنے سے ادارہ قاصر ہے۔
 - مضمون ارسال کرنے والے شائع ہونے کے لیے اپنی باری کا انتظار کیا کریں نیز غیر معیاری مضامین کی اشاعت سے اداہ معذرت خواہ ہے۔ امید ہے قارئین دفتر الاعتصام سے تعاون کریں گے۔ (منیجر)

عرب کو کافر قرار دیا اور ان کی جان و مال، اولاد اور عورتوں کو مباح بنایا، ورنہ ان کے عقیدے میں بھی جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، یہ بات شامل تھی کہ اللہ خالق، مالک، رازق اور تمام امور کا مدبر ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے توحید عبادت کے اندر ان کے شرک کرنے کی وجہ سے ان کے اس عقیدے کو قبول نہیں کیا، اور ان سے اس وقت تک جنگ جاری رکھنے کا حکم دیا جب تک یہ لوگ حقیقی مسلمان نہ بن جائیں، یعنی لا الہ الا اللہ کے اقرار کے بعد اس کے تقاضے پر عمل پیرا نہ ہو جائیں اور عبادت کو شرک کی ہر آمیزش سے پاک نہ کر دیں۔ اسی توحید کو دنیا میں عام کرنے کے لیے اور لوگوں کو مسلمان بنانے کے لیے نبی کریم ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے۔ جس نے اس توحید عبادت کو قبول کیا وہ مسلمان ہوا اور جس نے اسے ماننے سے انکار کیا وہ راندہ درگاہ کافر و مشرک قرار پایا، اس لیے اسلام اور کفر و شرک کے درمیان فرق کرنے والی جو حقیقت ہے وہ توحید عبادت ہے۔ بلفظ دیگر توحید عبادت مسلمانوں کا امتیازی نشان ہے۔



طبع اول (۱۹۵۶ء)
طبع دوم (۲۰۱۰ء)

حجیت حدیث نمبر ہفت روزہ الاعتصام

ہفت روزہ الاعتصام کے حجیت حدیث نمبر کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو گیا ہے۔ یہ نمبر موضوع اور مضامین کے تنوع کے اعتبار سے اس لائق ہے کہ اسے ہر حلقہ میں پہنچایا جائے۔ فاضل مضمون نگاروں نے نہایت محنت اور تحقیق سے اس کے مضامین تحریر فرمائے ہیں۔ اپنی گونا گوں خصوصیات کے لحاظ سے اور انکار حدیث کی رہ رہ کر اٹھتی لہروں سے نپٹنے کے لیے یہ علمی دستاویز اس قابل ہے کہ جماعت کے ذمہ دار حضرات، مساجد کے خطباء کرام، پڑھے لکھے تاجر و صنعتکار احباب سکولوں، کالجوں، سرکاری لائبریریوں، اساتذہ، پروفیسروں اور اصحاب علم و تحقیق تک اس کو پہنچائیں خصوصاً مدارس دینیہ کے منتہی طلباء کو یہ تحفہ پیش کریں تاکہ طلباء اس سے مستفید ہو کر فتنہ انکار حدیث کے ہر پہلو سے آشنا ہو کر خدا مہدی کی سنہری لڑی میں شامل ہو جائیں۔

حالیہ اشاعت الاعتصام کے موجودہ سائز پر طبع کی گئی ہے جو تین صد سے زائد صفحات پر مشتمل اور چہار رنگہ ٹائٹل سے مزین ہے۔ ہم نے اس میں اشتہارات دے کر قارئین کے علمی ذوق کو مجروح نہیں کیا۔ اس نمبر میں ہر فاضل مضمون نگار کا مختصر تعارف مضمون کے شروع میں دینے کی جدت بھی مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ نے ایجاد کی تھی جن کو اب موجودہ حالات کے مطابق مکمل کر دیا گیا ہے۔

قیمت 360 روپے

● کمپیوٹر کمپوزنگ ● عمدہ سفید کاغذ ● چہار رنگہ ٹائٹل سے مزین جلد

ازالة الشبهة عن عدم تحريك السبابة في الجلسة مع الإشارة

ابوالحجوب سید انور شاہ راشدی

پیش نظر مضمون علامہ محبت اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کے پوتے سید انور شاہ راشدی صاحب کا تحریر فرمودہ ہے۔ اس بات کا تذکرہ تحصیل حاصل ہے کہ تشہد میں تحریک سبابة وعدم تحریک سبابة مختلف فیہ مسائل میں سے ہے۔ ہمارے ممدوح، جیسا کہ عنوان مضمون سے ظاہر ہے، عدم تحریک کے حامی ہیں اور پیش نظر مضمون میں انھوں نے اپنے اسی موقف کو بیان کیا ہے۔ مضمون کے حسن و قبح کا فیصلہ قارئین ہی کریں گے، تاہم سر دست ایک نکتے کی طرف ہم فاضل مضمون نگار کی توجہ مبذول کرانا چاہیں گے، وہ یہ کہ آیا تحریک اور اشارے میں فی الحقیقت منافات ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کیا تطبیق و توفیق کی کوئی صورت نکل سکتی ہے؟

عصر حاضر میں یہ رجحان خطرناک حد تک بڑھ چکا ہے کہا جے موقف کے خلاف حدیث کی صحت کو بہ علت ناقابل اعتبار ٹھہرا دیا جاتا ہے۔ علماء سے ہماری استدعا ہے کہ وہ موضوع زیر بحث پر عقلی و نقلی (روایت و درایت) ہر دو طرح سے غور فرمائیں اور پھر وسعت و رعایت رکھتے ہوئے حاصل شدہ نتیجے سے اہل علم کو آگاہ فرمائیں تاکہ مرد و زمانہ اور مزید تحقیق کی وجہ سے اپنا موقف تبدیل کرنے میں کوئی بات رکاوٹ نہ بنے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو راہ اعتدال پر گامزن فرمائے۔ آمین (ح-ج-ن)

معاویہ (المسند: ۲۹۱/۱۴)، ابو عوانہ (طبرانی کبیر: ۳۳/۲۲)، قیس بن ربیع (طبرانی کبیر: ۲۹/۲۲)، خالد بن عبد اللہ الواسطی (سنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۳۱/۲)، عبد الواحد بن زیاد العبدی (مسند احمد: ۲۸۳/۱۴)، عبد اللہ بن ادريس الأودی (ابن ماجہ: ۹۱۲)، ابوالأحوص سلام بن سلیم (مسند الطیالسی، طبرانی کبیر: ۳۰/۲۲) ان میں سے کسی نے بھی تحریک السبابة کی زیادتی بیان نہیں کی سوائے زائدہ بن قدامہ کے۔ اس لیے عدم تحریک کے قائلین ہمیشہ سے اس زیادتی کا انکار کرتے آئے ہیں۔ یہ بات بالکل بجا ہے کہ زائدہ بن قدامہ ثقہ ثبت ہے لیکن اس نے جو زیادتی بیان کی ہے دیگر رواۃ، جو اس کی نسبت اوثق اور اثبت ہیں، میں سے کسی نے بیان نہیں کی جن کا ابھی کچھ سطور پہلے ذکر گزرا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ یہاں ”زیادۃ الثقہ“ کی بحث کو طول دیا جائے، میں یہاں یہ عرض کرتا ہوں کہ اس روایت میں زائدہ بن قدامہ کی جو زیادتی ہے وہ ناقابل حجت ہے اور ”شاذ“ ہے اگرچہ آج تک اس زیادتی کو ”زیادۃ الثقہ“ کے تحت تحریک السبابة کا موقف رکھنے والے قبول کرتے آئے ہیں اور کرتے ہیں، جیسا کہ ماضی قریب کے معروف محقق علامہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم . أما بعد! محققین، علماء و فضلاء کے مابین یہ مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے کہ نماز میں تشہد کی حالت میں انگلی کو حرکت دی جائے یا نہ دی جائے اور آج تک یہ اختلاف جاری ہے۔ راقم نے بھی سوچا کہ اس پر کچھ لکھا جائے، اس لیے کچھ سطور قارئین کے لیے نذر قسطاس کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے حق و سچ لکھنے، اس پر عمل کرنے اور اسے دوسروں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

طرفین کے موقف تحریک وعدم تحریک کی دلیل ایک ہی روایت ہے اور یہی روایت طرفین کی قوی ترین دلیل ہے جو حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس کو ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اپنی ”الصحيح“، امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی ”المسند“ (۲۸۹/۱۴) اور امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی ”سنن“ میں ذکر کیا ہے۔

اس روایت کو عاصم بن کلیب کے جتنے بھی شاگرد ہیں (جن سے یہ روایت مروی ہے) مثلاً: سفیان ثوری (مسند احمد: ۲۸۹/۱۴)، شعبہ (المسند: ۲۹۱/۱۴)، سفیان بن عیینہ (المسند: ۲۸۶/۱۴)، زہیر بن

۱۔ اوّل تو زائدہ نے جو زیادتی بیان کی ہے وہ ان میں سے کسی نے بھی نہیں بیان کی جو اس سے زیادہ اوثق و اثبت ہیں۔

۲۔ دوم یہ کہ اس نے اس روایت کی مخالفت کی ہے جو سنن ابی داود اور سنن نسائی (۲/۲۳۷) میں عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس کے یہ الفاظ ہیں:

”أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَشِيرُ

بِأَصْبَعِهِ إِذَا دَعَا وَلَا يَحْرُكُهَا .“

”بے شک آپ ﷺ اپنی انگلی سے (جب دعا پڑھتے) اشارہ کرتے تھے اور اس کو حرکت نہیں دیتے تھے۔“

اس روایت میں دو مدلس راوی ہیں مگر ان کی تدلیس مضرب نہیں، اس لیے کہ ابن جریج کے سماع کی تصریح سنن نسائی اور مسند ابی عوانہ (۲/۲۲۶) میں موجود ہے۔

محمد بن عجلان کی روایت ”ولا يحرر كها“ کی زیادتی کے بغیر صحیح مسلم میں اسی طریق سے مروی ہے اور اس کی متابعت مخرمہ بن کبیر نے نسائی (۱/۱۷۹) میں اور عثمان بن حکیم نے مسلم (۵۷۹) اور ابو عوانہ (۲/۲۲۵) وغیرہما میں کی ہے اور انھوں نے یہ زیادتی بیان نہیں کی، لہذا یہ روایت الحمد للہ بالکل صحیح ہے، اسی لیے علامہ البانی رحمہ اللہ اور محقق نسائی ابوالاشبال احمد شاغف رحمہ اللہ نے نسائی (۲/۲۳۷) میں صرف ”ولا يحرر كها“ کی زیادتی کو شاذ قرار دیا ہے۔

گویا ان کے نزدیک بھی بغیر زیادتی کے یہ روایت صحیح ہے۔ ”ولا يحرر كها“ کی زیادتی کو شاید شاذ اس لیے قرار دیا جاتا ہے کہ یہ زیادتی محمد بن عجلان کے سوا کسی نے بیان نہیں کی۔ اعتراض کی اگر یہ ہی بات ہے تو یہ اعتراض زائدہ پر بھی وارد ہوتا ہے کہ اس نے بھی جو زیادتی بیان کی ہے وہ کسی اور نے بیان نہیں کی۔

ناصر الدین البانی رحمہ اللہ اور عصر حاضر کی معروف شخصیت حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کے اندر اس بات کا اظہار کیا ہے، تفصیل کے لیے ”تمام المنة“ اور ”نماز نبوی“ ملاحظہ فرمائیے۔

مذکورہ مراجع میں دونوں محققین نے زائدہ کی زیادتی کو قبول کیا ہے اور عدم تحریک والی روایت کو ”شاذ“ یا ”منکر“ قرار دیا ہے، حالانکہ زائدہ کی یہ زیادتی دو طرح سے شاذ اور غیر منقول ہے۔

قبل اس کے کہ میں یہاں اس زیادتی کے شاذ ہونے کے متعلق بحث کروں، میں یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ بعض علماء تحریک و عدم تحریک کے مابین تطبیق دیتے ہیں جن میں ماضی کی پرکشش شخصیت اور بہت بڑے عالم وزاہد، متقی و پرہیزگار اور ہمارے کرم فرما مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ صاحب تعلیقات سلفیہ ہیں^(۱)، چنانچہ آپ رحمہ اللہ وائل بن حجر رحمہ اللہ کی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

”فيه أن التحريك سنة وقد ورد في حديث ابن

زبیر: ”ولا يحرر كها“ فالجمع بينهما أنه كان

يحرر كها تارة ولا يحرر كها أخرى۔ واللہ أعلم۔

قاله الفنجابي .“ (التعليقات السلفية: ۲/۲۳۶)

”اس حدیث میں ہے کہ حرکت دینا سنت ہے اور ابن

زبیر رحمہ اللہ کی حدیث میں ”ولا يحرر كها“، یعنی حرکت نہ

دینے کے الفاظ وارد ہوئے ہیں تو ان دونوں کے درمیان جمع

و تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ کبھی سبابہ کو حرکت دی جائے

اور کبھی نہ دی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ فنجابی نے یہ کہا ہے۔“

تو اس طرح دونوں باتوں پر عمل ہو سکتا ہے۔ بہر حال میں اب اس بات کی طرف آتا ہوں کہ زائدہ کی یہ زیادتی دو طرح سے شاذ اور غیر مقبول ہے:

(۱) جن کے متعلق ہمارے چچا سید راشد شاہ راشدی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کے ہمراہ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ سے ملاقات کرنے کے لیے گئے تو محترم چچا بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ جب ان سے ملنے لگے تو انھوں نے پہلے ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ یہ نظارہ دیکھ کر میں ششدر و حیران ہو گیا، پھر میں نے بعد میں اپنے چچا سے دریافت کیا کہ چچا! یہ کیا بات ہوئی تو انھوں نے فرمایا کہ بھتیجے! یہ لوگ اسی مرتبے کے ہیں۔ اگر اس مرتبے کے لوگ یہ نہیں ہیں تو پھر اور کون ہو سکتے ہیں، لہذا ان کا جو مرتبہ ہے ان کو دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں بزرگوں کو معاف فرمائے ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے، آمین۔

ابن عجلان کی روایت کی بھی بعینہ یہی صورت حال ہے کہ حدیث بھی ایک ہے اور مخرج بھی ایک اور اس نے بھی زیادت بیان کی ہے۔ ساتھ ساتھ اس کی متابعت کرنے والے بھی موجود ہیں۔ بہر کیف حدیث ایک ہی ہے اور مخرج بھی ایک ہے، لہذا ابن عجلان کی یہ زیادت مقبول ہے۔

اگر پھر بھی اس زیادت کے شاذ ہونے کا اصرار ہے تو ابن عجلان کی زیادت موجود ہے۔ اب ان دونوں زیادتوں کے لیے کوئی ایسا خارجی قرینہ ہونا چاہیے جو ان دونوں میں سے کسی ایک کو رائج کر دے کیونکہ یہ دونوں زیادتیں بالکل آمنے سامنے ہیں۔ اگر ان میں سے کسی ایک کو شاذ قرار دے کر رد کرنا ہے تو اس کے لیے خارجی دلیل کی ضرورت ہے۔ بغیر دلیل کے کسی ایک کو رائج قرار نہیں دیا جاسکتا۔

زائدہ کی زیادت کے لیے ایک خارجی قرینہ موجود ہے جس کو امام بیہقی نے واقدی کے طریق سے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

”إن النبي ﷺ قال: ((تحريك الاصبع في الصلاة مذكرة للشيطان.)) (بیہقی: ۱۳۱/۲)

لیکن یہ قرینہ ناکافی ہے اور ناقابل حجت ہے کیونکہ اس روایت میں ایک راوی واقدی ہے جس کے بارے میں ادنیٰ سا طالب علم بھی جانتا ہے کہ اس کا روایت حدیث میں کیا مقام و درجہ ہے، لہذا اس روایت کو حجت نہیں بنایا جاسکتا۔ اس کے برعکس ابن عجلان کی زیادت کے لیے ایک صحیح اور قوی قرینہ موجود ہے، شاید آج تک کسی اہل علم و قلم نے سے بیان نہیں کیا یا شاید انھیں ملا ہی نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب قارئین کے لیے وہ روایت میں باسند پیش کرتا ہوں، ملاحظہ فرمائیں:

”حدثنا عمر بن محمد الهمداني ثنا زيد بن أخزم ثنا أبو عامر العقدي ثنا كثير بن زيد عن مسلم بن أبي مريم عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما أنه كان يضع يده اليمنى على ركبته اليمنى ويده اليسرى على ركبته اليسرى ويشير

ایک طرف تو زائدہ کی زیادت کو قبولیت کا درجہ دیا جاتا ہے اور دوسری طرف محمد بن عجلان کی زیادت کو شاذ قرار دیا جاتا ہے یہ کیسا انصاف ہے؟ آخر ایسا کون سا خارجی قرینہ ہے جس کی بنا پر صرف زائدہ کی زیادت کو قبول کیا جائے اور ابن عجلان کی زیادت کو شاذ قرار دے کر رد کر دیا جائے جبکہ زائدہ اور ابن عجلان دونوں نے ہی زیادتی بیان کی ہے۔

یہاں ابن عجلان کی تدلیس مضرب نہیں جیسا میں پہلے عرض کر چکا ہوں کیونکہ ایک تو اس کی روایت صحیح مسلم میں ہے دوسری بات یہ کہ مدلس کی جب متابعت آجائے یا وہ کسی اور جگہ سماع کی تصریح کر دے اور وہ مدلس راوی ایسی زیادتی بھی بیان کر دے جو کسی اور نے نہ کی ہو تو وہ زیادتی مقبول ہوتی ہے بشرطیکہ اس روایت کا مخرج ایک ہی ہو، جیسا کہ ماضی کے محدث ہمارے جد امجد سید محمد حبیب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ مقالات راشدیہ میں فرماتے ہیں:

”إن بلا لا كان يؤذن على باب المسجد .“

”بے شک حضرت بلال رضی اللہ عنہ مسجد کے دروازے پر اذان دیا کرتے تھے۔“

اس طریق میں گو ابن اسحاق مدلس ہے اور روایت عن سے کرتا ہے لیکن اسی ابن اسحاق کے طریق سے امام احمد رحمہ اللہ کے مسند میں زہری سے یہی روایت موجود ہے اور اس میں ابن اسحاق سماع کی تصریح کرتا ہے، لہذا تدلیس کا شبہ نہیں رہا۔ بعض علماء نے یہ اعتراض کیا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ کے مسند میں جو ابن اسحاق کی روایت ہے اس میں اگرچہ سماع کی تصریح موجود ہے لیکن اس مصرح بالسماع روایت میں یہ زیادت ”علی باب المسجد“ موجود نہیں، لہذا یہ محل نظر ہے لیکن چونکہ یہ حدیث ایک ہی ہے اور مخرج واحد ہے اور ابن اسحاق کے سوائے اور سب رواۃ ثقہ ہیں اور ابن اسحاق سماع کی تصریح بھی کر رہا ہے تو یہ زیادۃ الثقہ ہے جو دوسری روایات کے منافی نہیں۔“ (مقالات راشدیہ: ۲۶۶/۱)

البانی رحمہ اللہ: نفسہ حدیث مالک بن نمیر فی صحیح النسائي، واللہ أعلم۔ (أبو القاسم عفا اللہ عنہ)

”میں کہتا ہوں: علامہ البانی رحمہ اللہ نے تکلف سے کام لیتے ہوئے تحریک سبابہ کے متعلق کافی کلام کیا ہے لیکن مجھے اس بات کا یقین ہے کہ بلاشبہ وہ خطا پر ہیں۔ اگر ہم یہ کہیں کہ حرکت دینے والی روایت شاذ ہے تو اس میں شک نہیں کہ ہم حق پر ہیں کیونکہ عبداللہ بن زبیر رحمہ اللہ کی روایت (جس میں عدم تحریک کا ذکر ہے) کی تائید عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ کی روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو ابن حبان نے اپنی کتاب ”الثقات“ کی ساتویں جلد میں اسنادِ جید حسن سے ذکر کیا ہے جس میں ہے کہ وہ (ابن عمر رحمہ اللہ) انگلی سے بغیر تحریک کے اشارہ کیا کرتے تھے۔ اور آخر میں اس کے مرفوع ہونے کا بھی اشارہ کیا ہے۔ بہر کیف انصاف کرنا علامہ البانی پر عائد ہوتا ہے نہ کہ ہم پر، پھر ہمارے مسلک کی تائید مالک بن نمیر کی حدیث سے بھی ہوتی ہے جو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کی ہے جس میں ہے کہ آپ ﷺ اس (انگلی) کو تھوڑا سا جھکاتے تھے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے خود مالک بن نمیر کی حدیث کو صحیح سنن نسائی میں صحیح کہا ہے۔ واللہ اعلم۔“

یہ تھی ہمارے جد امجد رحمہ اللہ کی تعلیق جو آپ رحمہ اللہ نے علامہ البانی رحمہ اللہ کی کتاب تمام الممہ میں متعلقہ بحث پر ثبت کی جس کو قارئین نے ملاحظہ فرمایا۔ بہر حال اب فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ وہ اس تحریر کے متعلق کیا اظہارِ خیال فرماتے ہیں۔ راقم کو جو بات صحیح نظر آئی وہ رقم کی۔ آگے اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں کہ میں کہاں تک اپنے موقف میں صحیح ہوں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری بشری لغزشوں کو معاف فرمائے، آمین۔ هذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب۔

بأصبعه ولا يحركها ويقول: إنها مذبحة الشيطان، ويقول: كان رسول الله ﷺ يفعله۔ (كتاب الثقات لابن حبان: ٤٤٨/٧)

یعنی عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ اپنے دائیں ہاتھ کو دائیں گھٹنے اور بائیں ہاتھ کو بائیں گھٹنے پر رکھتے تھے اور اپنی انگلی سے اشارہ کرتے تھے اور اس کو حرکت نہیں دیا کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ یہ شیطان کے لیے چوکہ ہے۔ اور آپ ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے۔

قارئین! ابن عمر رحمہ اللہ نے اس بات کو مرفوع بیان کیا کہ آپ ﷺ ایسا کرتے تھے۔ بہر کیف یہ روایت حسن ہے یا صحیح ہے اور اس روایت کے تمام رواۃ ثقہ و صدوق ہیں اور اس میں کوئی بھی علت نہیں ہے، لہذا مذکورہ تحریر سے یہ ثابت ہوا کہ تحریک سبابہ کی زیادت شاذ ہے، نہ کہ عدم تحریک سبابہ کی۔

یہی بات ہمارے جد امجد علامہ سید محبت اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”إزالة الأكثنة عن بعض المواضع في تمام المنة“ میں علامہ البانی کی کتاب ”تمام المنة“ پر تعلیق لگاتے ہوئے فرمائی ہے، چنانچہ آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”قلت قد تكلف العلامة وتوسع في الكلام على تحريك السبابة لكنني أتيقن أنه على الخطاء، فإننا إن قلنا إن رواية التحريك شاذة لكننا على الصواب فإن حديث ابن الزبير رحمہ اللہ الذي فيه عدم التحريك قدأ يده حديث ابن عمر رحمہ اللہ الذي أخرجه ابن حبان في المجلد السابع من الثقات بإسناد جيد حسن أنه لا يتحرك الاصبع، وأشار في آخره بالرفع۔ فالانصاف حقا على العلامة لا علينا، ثم يؤيد مسلكتنا حديث مالک بن نمير المخرج في أبي داود والنسائي ففيه وقد أحناها شيئاً۔ وهذا حديث حسن، فتدبر، وقد صحح

جمہوریت کی قبا حیاتیں

محمد شریف بلغاری

آزادی رائے:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے چوتھے پارے کی سورہ آل عمران (آیت نمبر: ۱۸۶) میں ارشاد فرمایا:

﴿وَلَتَسْعَيْنَ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذَى كَثِيرًا ط﴾

”اور یہ بھی یقین ہے کہ تمہیں ان لوگوں کی جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے (یہود و نصاریٰ) اور مشرکوں کی بہت سی دکھ دینے والی باتیں بھی سننا پڑیں گی۔“

میرے با غیرت مسلمانو! اس سے زیادہ دکھ دینے والی بات اور کون سی ہو سکتی ہے کہ یہ اہل مغرب نام نہاد جمہوری حقوق کی چھتری تلے آزادی رائے کا نعرہ لگاتے ہوئے توہین رسالت کے سنگین اور دلخراش جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اور اس سے بھی زیادہ تکلیف دہ اور خون کے آنسو رلا دینے والی بات اور کون سی ہو سکتی ہے کہ اسی اظہار رائے کے مہیب اور گندے نظریے کے تحت قرآن کریم پر مقدمے چلائے جاتے ہیں، اس سے بھی روح فرسا بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ اسی آزادی رائے کے بھیا تک نظریے کے تحت رسول کریم ﷺ (فداہ ابی وامی) کے گستاخانہ خاکے بار بار چھپنے کی باتیں سننے کو ملتی ہیں۔

میرے بھائیو! اسلام آزادی رائے کی اجازت دیتا ہے مگر حدود کے اندر رہ کر۔ جہاں اسلام ”قل الحق ولو کان مرا“ (حق بات اگرچہ کڑوی ہی کیوں نہ ہو، کہہ دو) کی آزادی دیتا ہے، وہیں اسلام ہمیں یہ تعلیم بھی دیتا ہے کہ افضل جہاد یہ ہے کہ انسان کلمہ حق ظالم بادشاہ کے سامنے کہہ دے: ”کلمۃ حق عند سلطان

جائزہ:

جہاں اسلام سمع و اطاعت کو لازمی قرار دیتا ہے:

”ولو أمر علیکم عبد حبشی“

”اگرچہ حبشی غلام ہی کو امیر بنا دیا جائے۔“

اسلام اچھائی کی دعوت دینے اور برائی سے روکنے کی اجازت دیتا اور حکم کرتا ہے، اور منظم انداز میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے پر داد و تحسین کرتا ہے لیکن اپنے ہر تخیل کو اچھالنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ط إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ط﴾

[بنی اسرائیل: ۳۶]

”جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے باز پرس کی جانے والی ہے۔“

معلوم ہوا کان، آنکھ اور دل کا مالک انسان نہیں ہے بلکہ یہ اس کے پاس امانت ہے، لہذا ہر سنی سنائی بات پر یقین کرنا اور ہر چشیدہ واقعے کو پس پردہ حقائق جانے بغیر بیان کرنا اور ہر تخیل کو عام کرنا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح اللہ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ط﴾ [الحجرات: ۱۲]

”اے ایمان والو! بہت سے گمان سے بچو یقیناً بعض گمان گناہ ہیں۔“

نگہبان (فرشتے) تیار ہیں۔“
سنی سنائی باتیں اچھالنے پر اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضوان اللہ
علیہم اجمعین کو تنبیہ فرمائی:

﴿وَلَوْ لَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ
بِهَذَا سُبْحَنَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ﴾ [النور: ۱۶]
”تم نے ایسی بات (ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان) کو
سننے ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ ایسی بات منہ سے نکالنا بھی
ہمارے لائق نہیں، یا اللہ تو پاک ہے، یہ تو بہت بڑا بہتان
ہے اور تہمت ہے۔“

اور سرزنش کرتے ہوئے فرمایا:
﴿يَعْظُمُكُمْ اللَّهُ أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ
مُؤْمِنِينَ﴾ [النور: ۱۷]
”اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی بھی ایسا کام نہ
کرنا اگر تم سچے مومن ہو۔“

مسلمانو: یہ کافر تو ہمیں بھی اپنے اللہ سے برگشتہ کرنا چاہتے
ہیں۔ آزادی رائے کے کھوکھلے نعروں کے تحت اسلام کی زریں
تعلیمات سے ننگا کرنا چاہتے ہیں۔ یہ اہلس کے کارندے ہمیں بھی
اپنے ساتھ جہنم لے جانا چاہتے ہیں۔ اس دور کے کافر ہی نہیں ان
کے آباء و اجداد کی بھی یہی کوشش رہی ہے کہ مسلمان قرآن کی الہی
تعلیمات سے دور رہیں اور یہی نعرہ آزادی رائے کا لگاتے ہوئے
قرآن کے مقابلے میں شور و شغب مچاتے رہے ہیں، جیسا کہ قرآن
کریم میں ہے:

﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْبَحُوا بِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوَا
فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ﴾ [حم السجدہ: ۲۶]
”اور کافروں نے کہا: اس قرآن کو سنو ہی نہیں اور (قرآن
کے مقابلے میں) بیہودہ باتیں کرو تا کہ تم (اسلامی تعلیمات
کے مقابلے میں) غالب رہو۔“

بدگمانی کا تعلق دل سے ہے اور شریعت نے دل میں وسوسے اور
کسی سے متعلق بدگمانی لانے سے منع فرما دیا ہے۔ صاف ظاہر ہے ظن
و تخمین کی بنیاد پر باتوں کو اچھالنا سنگین جرم ہے۔

انسانی معاشرے کے بگاڑ کی بنیاد ایک دوسرے سے بدظنی ہے۔
اس سے باہمی الفت و محبت کی دھجیاں اڑ جاتی ہیں، انتشار و انشقاق
پیدا ہوتا ہے، لوگوں کی عزتیں تار تار ہو جاتی ہیں معاشرے میں ہر سو
خرابیاں رونما ہو جاتی ہیں اور امت کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ اہل
مغرب آزادی رائے کا نعرہ بلند کر کے یہی چاہتا ہے کہ مسلمانان عالم
قرآنی اصول و ضوابط کو پس پشت ڈال کر آزادی رائے کے خوفناک
طوفان میں بہ جائیں۔ بلا مقصد اور بے سود رائے زنی کر کے عوام کو
گمراہ کریں اور معاشرے میں شکوک و شبہات پھیلا کر بدامنی پیدا
کردیں۔

باغیرت مسلمان بھائیو: قرآن کی روشنی میں ہم آزاد نہیں، نہ
ہماری زبان آزاد ہے، نہ آنکھ، نہ کان اور نہ دل و دماغ آزاد ہے،
بلکہ یہ تمام اعضاء ہمارے پاس امانت ہیں، ان کے درست استعمال
کے اصول و ضوابط، جو قرآن و حدیث میں وضع شدہ ہیں، کے ہم پابند
ہیں۔ یہی اعضاء انسانی تو ہیں جن کے اچھے استعمال سے نجات
و کامرانی ہوتی ہے اور غلط استعمال سے یہ قعر مذلت میں پڑنے کا
ذریعہ بن جاتے ہیں۔ ہمیں اللہ نے بے سود پیدا نہیں کیا، ہم اللہ تعالیٰ
کے فرشتوں کی نگرانی میں ہیں:

﴿لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِّنْ
أَمْرِ اللَّهِ﴾ [الرعد: ۱۱]

”اللہ تعالیٰ کے پہرے دار انسان کے آگے پیچھے مقرر ہیں
جو اللہ کے حکم سے اس کی نگہبانی کرتے ہیں۔“

زبان ہمارے پاس امانت ہے۔ نام نہاد آزادی رائے کے تحت
جو منہ میں آئے نہیں بول سکتے، اللہ کا فرمان ہے:

﴿مَا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾ [ق: ۱۸]
”(انسان) منہ سے کوئی لفظ نکال نہیں پاتا مگر اس کے پاس

شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباڑ رحمۃ اللہ علیہ

عبدالرشید عراقی

مطالعہ سے اُن کے کمال تفقہ اور کتاب وسنت پر مکمل عبور اور فقہ المذاہب الاربعہ پر دسترس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباڑ اپنے علم و فضل اور علوم اسلامیہ پر مکمل دسترس اور اخلاق و عادات میں پاکیزہ سیرت کے حامل، زہد و ورع اور تقویٰ و طہارت کے پیکر، اور کتاب وسنت سے محبت کرنے والوں میں ایک امتیازی حیثیت کے حامل اور ہر طبقے میں اپنے گوناگوں اوصاف میں صاحب امتیاز ہونے کی وجہ سے اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ اس لیے ان کے اس دنیائے فانی سے کوچ کر جانے سے جماعت اہل حدیث کو نقصان عظیم ہوا ہے جس کی تلافی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

مدت کے بعد ہوتے ہیں پیدا کہیں وہ لوگ
مٹتے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشان کبھی

مولانا محمد علی جانباڑ حضرت العلام حافظ محمد محدث گوندلوی، مولانا ابوالبرکات احمد مدراسی، شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، حضرت العلام حافظ عبداللہ محدث روپڑی اور مولانا محمد حنیف ندوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے آسمان علم کے آفتاب و ماہتاب ہستیوں کے نقوش تاباں کی ایک یادگار تھے۔ جو شرافت، وضعداری، فکر و فہم، اعتدال و میانہ روی، حق شناسی، عدالت و ثقاہت، ذکاوت و فطانت، حفظ و ضبط، زہد و ورع، تقویٰ و طہارت، حسن ظن، مہمان نوازی، اور علوم اسلامیہ کے بحر بیکراں کی شناوری میں اپنی مثال آپ تھے۔ عادات و اخلاق کے اعتبار سے ایک امتیازی حیثیت کے حامل تھے۔

جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ اور جامعہ سلفیہ فیصل آباد نے بڑے بڑے باکمال علماء و فضلاء پیدا کیے۔ اور انھیں علماء و فضلاء میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباڑ رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے جو ۱۳ دسمبر ۲۰۰۸ء مطابق ۱۴ ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ کو اس دنیائے فانی سے دار البقاء کی طرف کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا محمد علی جانباڑ کی ساری زندگی دین اسلام کی نشر و اشاعت، قرآن مجید اور حدیث نبوی ﷺ کی تعلیم، شرک و بدعت اور محدثات کی تردید و توثیح، اور ادیان باطلہ کا قلع قمع کرنے اور ملت اسلامیہ کی صلاح و فلاح کے لیے گویا وقف تھی۔ وہ ایک جید عالم دین، شارح حدیث نبوی ﷺ، نامور مدرس و دانشور، بلند پایہ مصنف، اور عربی، فارسی اور اُردو زبانوں کے ماہر تھے۔ انھیں عربی زبان پر بڑی دسترس حاصل تھی۔ عربی میں اس طرح گفتگو فرماتے تھے جس طرح ایک اہل زبان گفتگو کرتا ہے۔ مولانا جانباڑ پاکیزہ سیرت کے حامل مسلمان تھے۔ اُن کا دل بھی مسلمان تھا، دماغ بھی، روح بھی اور فکر و تخیل بھی۔

مولانا جانباڑ ذہانت و ذکاوت، عدالت و ثقاہت، اور بیدار دماغی میں ممتاز تھے اور بڑا بلند مقام رکھتے تھے۔ علم و فضل کے اعتبار سے جامع الکملات عالم دین تھے۔ فراغت تعلیم کے بعد کچھ عرصہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں تدریس فرماتے رہے۔ فتویٰ میں ان کا ایک خاص مقام تھا۔ وہ مسئلے کے سیاق و سباق پر گہرے مطالعہ کی روشنی میں تبصرہ کر کے فتویٰ صادر فرماتے تھے۔ اختلافی مسائل میں اپنا نقطہ نظر مدلل اور موزوں انداز بیان میں واضح فرما دیتے تھے۔ اُن کے فتاویٰ کے

حضرت العلامة حافظ محمد محدث گوندلوی اور شیخ الحدیث مولانا ابوالبرکات احمد مدرسی رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ جب کبھی ان بزرگوں کا ذکر چھڑ جاتا تو بڑے والہانہ انداز میں ان کی خوبیاں بیان فرماتے۔ حضرت العلامة محدث گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ اُن جیسا ٹھوس عالم اس وقت مشرق و مغرب میں کوئی نہیں۔ مجھے ان سے بڑی عقیدت ہے۔ میرے نزدیک اس دنیا کی سب سے بڑی نعمت یہی ہے کہ وہ میرے شفیق اُستاد ہیں۔

مولانا ابوالبرکات احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مولانا جانناز اکثر فرمایا کرتے تھے کہ علوم اسلامیہ میں جامع الکملات تھے۔ خاص کر حدیث اور متعلقات حدیث پر ان کی نظر وسیع تھی۔ طلباء سے بڑی شفقت فرمایا کرتے تھے۔ میں نے ان جیسا شریف النفس اور نیک انسان کبھی نہیں دیکھا۔ زہد و ورع اور تقویٰ و طہارت اور اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بے مثال تھے۔

مولانا جانناز خداداد ذہانت اور اعلیٰ صلاحیت کے مالک، اپنی وضع کے پابند، اخلاق و شرافت کا مجسمہ اور علم و حلم کا پیکر تھے۔ اپنی ذات میں ایک ادارہ اور انجمن تھے۔ ان کا شمار اعلیٰ قابلیت رکھنے والی شخصیتوں میں ہوتا تھا۔ اور ایسی عظیم المرتبت شخصیتوں کے بارے میں شاعر مشرق نے فرمایا تھا۔

ہزاروں سال زگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ و پیدا

الاعتصام

ایک علمی، اصلاحی اور دعوتی جریدہ ہے، اس کے فروغ اور توسیع اشاعت میں بھرپور حصہ لیں۔ اس سے مالی تعاون کرنا آپ کا اخلاقی فریضہ ہے۔ (ادارہ)

میں نے علماء میں ایسا شریف، ایسا نیک باطن، ایسا دور اندیش، ایسا فیاض، ایسا سادہ مزاج، ایسا مستقل مزاج، خوش اخلاق، شیریں گفتار، باغ و بہار، ایسا خشک اور ایسا تر آدمی نہیں دیکھا۔ ایسا متقی و پرہیزگار اور ساتھ ہی ایسا وسیع المشرَب اور وسیع الاخلاق۔ وہ مذہبی تھے اور سخت مذہبی۔

اہل حدیث علماء میں جو اُن کی قدر و منزلت تھی، وہ سب پر عیاں ہے لیکن دیوبندی، بریلوی اور شیعہ علماء بھی اُن کے علم و فضل اور حسن اخلاق کے معترف تھے۔

مولانا جانناز قدرت کی طرف سے اچھا دل و دماغ لے کر پیدا ہوئے تھے۔ روشن فکر، درد مند دل اور سلجھا ہوا دماغ پایا تھا۔ ذہن و ذکاوت کے ساتھ غیر معمولی حافظے کے مالک تھے۔ ٹھوس اور قیمتی مطالعہ ان کا سرمایہ علم تھا۔ تاریخ پر گہری اور تنقیدی نظر رکھتے تھے۔ ملکی سیاسیات سے نہ صرف باخبر تھے بلکہ اس پر اپنی مخصوص رائے بھی رکھتے تھے۔ سیاسی اور غیر سیاسی تحریکات کے پس منظر سے واقف تھے۔ عربی ادب کا اعلیٰ اور ستر اذوق رکھتے تھے۔ لغت اور قواعد پر بھی ان کی نظر وسیع تھی۔ ان کی تحریر میں برجستگی اور سلاست تھی۔

مولانا جانناز عربی اور اردو کے بلند پایہ مصنف تھے۔ ان کی تصانیف کی تعداد ۴۰ کے قریب ہے۔ اردو تصانیف میں صلوٰۃ مصطفیٰ، اہمیت نماز، توہین رسالت کی شرعی سزا، احکام طلاق، احکام عدت، اسلام میں صلہ رحمی، حرمت متعہ، آل مصطفیٰ، معراج مصطفیٰ اور ارکان اسلام مشہور کتابیں ہیں۔ عربی میں سنن ابن ماجہ کی (۱۲) جلدوں میں شرح ان کا عظیم علمی کارنامہ ہے۔ یہ شرح مولانا جانناز کی حدیث میں بہت بڑی خدمت ہے۔ ان کی تصنیفی خدمات کے بارے میں مورخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”مولانا محمد علی جانناز مشہور مدرس اور معروف مصنف ہیں۔

انہوں نے جو کچھ لکھا تحقیق سے لکھا اور قارئین نے اس سے

استفادہ کیا۔“ (دبستان حدیث، ص: ۴۸۹)

مولانا جانناز رحمۃ اللہ علیہ میں ایک خوبی یہ بھی تھی کہ اپنے اساتذہ

دارالسلام پرنٹنگ کمپلیکس کا سنگ بنیاد

عکاشہ مجاہد

ڈاکٹر حبیب الرحمن کیلانی نے شگفتہ انداز میں اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا: آج ہم کوٹ عبدالملک میں عبدالملک مجاہد کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ عبدالملک مجاہد کو اللہ نے بڑی خوبیوں اور صلاحیتوں سے نوازا ہے، وہ ہر محاذ پر کام کر رہے ہیں۔ دین کی اشاعت کا کام ہو یا برادری کی خدمت، وہ ہر محاذ پر پیش پیش ہیں۔ عبدالملک مجاہد کے ہاتھ کا لگایا ہوا دارالسلام پرنٹنگ کمپلیکس اللہ نے چاہا تو پاکستان کا کنگ فہد ہوئی قرآن کمپلیکس ثابت ہوگا۔

پروفیسر محمد یحییٰ نے اپنی گفتگو میں کہا: دارالسلام ایک عظیم تحقیقی ادارہ ہے جس میں دین کی خدمت اور رزق دونوں ساتھ ہیں اور یہ اللہ کا بڑا کرم ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں نے جب قرآن پر عمل کیا تو ان کو عروج ملا۔ قرآن ایک زندہ معجزہ ہے۔ غیر مسلم قرآن مجید سے خوف زدہ ہیں اور ان کی کوشش ہے کہ جعلی قرآن تیار کر کے دنیا میں پھیلا دیا جائے۔ یہ غیر مسلموں کی کوشش و خواہش ہے جبکہ اللہ کا اپنا نظام ہے اور اللہ کا نظام یہ ہے کہ اس قرآن نے دنیا میں پھیلنا ہے۔ دارالسلام پرنٹنگ کمپلیکس کافروں کی کوششوں کا جواب ہے۔

جامعہ سلفیہ کے شیخ الحدیث حافظ مسعود عالم نے کہا: آج ہمارے لیے بہت خوشی کا موقع ہے، اتنی خوشی ہے کہ اسے الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں۔ کیلانی خاندان کی دین کے لیے بہت زیادہ خدمات ہیں لیکن جہاں تک عبدالملک کا تعلق ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو ”مفتاح الخیر“ بنا دیا ہے۔ جب کوئی بندہ اخلاص کے ساتھ کام کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کام میں برکت کرتا ہے۔ دارالسلام کا مشن دین کی

۲۵ سال قبل سعودی عرب (الریاض) کے ایک چھوٹے سے کمرے سے دینی کتب کی اشاعت کا آغاز کرنے والا دارالسلام آج عالمی اشاعتی ادارہ بن چکا ہے۔ دنیا کی ۲۲ عالمی زبانوں میں مترجم قرآن مجید اور دینی کتب شائع کر رہا ہے۔

دین سے محبت رکھنے والے حلقوں کے لیے یہ خبر یقیناً باعث مسرت ہوگی کہ قرآن مجید اور دینی کتب کی مزید بڑے پیمانے پر اشاعت و طباعت کے لیے دارالسلام پرنٹنگ کمپلیکس کی تعمیر کا آغاز کیا جا رہا ہے۔ یہ پرنٹنگ کمپلیکس شیخوپورہ روڈ کوٹ عبدالملک موٹروے انٹرچینج سے متصل ۱۱۵ ایکڑ کے وسیع رقبے پر تعمیر ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ یہ کنگ فہد ہوئی قرآن کمپلیکس کے بعد قرآن مجید اور دینی کتب کی اشاعت کا دنیا میں دوسرا بڑا پرنٹنگ کمپلیکس ہوگا۔ یہاں پرنٹنگ اور بائیونڈنگ کی انتہائی جدید ترین مشینری نصب کی جائے گی۔

گزشتہ دنوں دارالسلام پرنٹنگ کمپلیکس کے سنگ بنیاد کی مختصر اور باوقار تقریب منعقد ہوئی جس میں حافظ مسعود عالم شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ، چوہدری یلین ظفر پرنسپل جامعہ سلفیہ، مولانا محمد یونس بٹ، پروفیسر محمد یحییٰ، ڈاکٹر حبیب الرحمن کیلانی، مولانا فضل الرحمن مدنی و دیگر علمائے کرام، معززین اور دارالسلام کے سٹاف نے شرکت کی۔ تقریب کا آغاز قاری عمار فاروق سعیدی نے تلاوت قرآن پاک سے کیا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض حافظ عبدالعظیم اسد جزل نیجر دارالسلام لاہور نے بہت خوبصورت اور احسن انداز میں ادا کیے۔

ہمارا مشن خدمت دین ہے اور ہمارے اغراض و مقاصد آج بھی وہی ہیں جو ۲۵ سال پہلے تھے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہماری نیتوں کو اپنے دین کے لیے خالص کر دے۔ جناب عبدالمالک مجاہد نے اپنی گفتگو میں دارالسلام کے جنرل منیجر حافظ عبدالعظیم اسد کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا: پاکستان میں دارالسلام کی کامیابی میں ان کا بہت بڑا کردار ہے۔

عبدالمالک مجاہد کی تقریر کے بعد سنگ بنیاد کی نقاب کشائی کی گئی۔ اس کے بعد حافظ مسعود عالم نے نہایت ہی رقت سے دعا مانگی اور آخر میں حاضرین محفل کی تواضع کی گئی۔ باوقار تقریب سے نجیب الرحمن کیلانی، مولانا محمد یونس بٹ اور مولانا فضل الرحمن مدنی نے بھی خطاب کرتے ہوئے نیک خواہشات و جذبات کا اظہار کیا۔



ضروری وضاحت

تحریک دعوت توحید پاکستان کے کنوینئر محترم میاں محمد جمیل صاحب کے ایک پروگرام ”خطبہ جمعہ“ کا اعلان گزشتہ شمارہ نمبر ۴۷ میں دیا گیا تھا۔ کمپوزنگ میں کنوینئر کے بجائے امیر تحریک دعوت التوحید پاکستان درج ہو گیا۔

میاں صاحب محترم نے وضاحت فرمائی ہے کہ آئندہ میرے لیے لفظ ”امیر“ کے بجائے صرف ”کنوینئر“ لکھا جائے اور میرے نام کے ساتھ ”ایم۔ اے“ بھی استعمال نہ کیا جائے۔ یہ وضاحت ہم اپنے قارئین تک پہنچا رہے ہیں۔ (ادارہ)

خدمت ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دارالسلام اور اس جیسے تمام اداروں کو نظر بد سے محفوظ رکھے۔

اس پروگرام کے آخری مقرر عبدالمالک مجاہد تھے۔ جب وہ گفتگو کے لیے مائیک پر آئے تو ان کا سر اللہ کے حضور عاجزی و انکسار کی وجہ سے جھکا ہوا تھا، آنکھیں اظہار تشکر کی وجہ سے پر نم اور زبان پر رقت طاری تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ آج اللہ کے حضور شکر بجالانے کا دن ہے لیکن میرے پاس اللہ کا شکر بجالانے کے لیے کوئی الفاظ نہیں۔ میں یہی کہوں گا: اے اللہ! جو ہوا تیرے کرم سے ہوا اور جو کچھ ہوگا وہ بھی تیرے کرم سے ہوگا۔ سنگ بنیاد کی تقریب میں بڑی بڑی شخصیات کی آمد نے میرے حوصلوں کو بڑھا دیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو صلاحیتیں دی ہیں ہم ان کو اللہ کے دین کے لیے وقف کر دیں۔

دارالسلام کے مینجنگ ڈائریکٹر نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا: جب میں نے دارالسلام کمپلیکس کے قیام کے بارے میں سوچا، غور و فکر کیا اور منصوبہ بنانا چاہا تو الریاض میں دارالسلام کے ساتھیوں سے مشاورت کی۔ میں نے ان سے پوچھا: بھلا بتاؤ اس وقت دنیا میں کتنے فائیو سٹار ہوٹل ہیں؟ جواب ملا: ہزاروں کی تعداد میں ہیں۔ میرا اگلا سوال تھا: دنیا میں قرآن کمپلیکس کتنے ہیں؟ جواب ملا: قرآن کمپلیکس تو انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں جبکہ فائیو سٹار ہوٹلوں کو گننا اور شمار کرنا ممکن نہ ہوگا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: سرمایہ دار اور دنیا دار فائیو سٹار ہوٹلوں میں اپنا سرمایہ لگاتے ہیں تو کیوں نہ ہم قرآن کی خدمت اور دین کی اشاعت کے لیے کام کریں۔ میرے دلائل پر (الریاض) دارالسلام کے ساتھیوں نے آمادگی کا اظہار کیا اور آج ہم بفضلہ تعالیٰ دارالسلام پرنٹنگ کمپلیکس کے سنگ بنیاد کی نقاب کشائی کر رہے ہیں۔ اللہ نے چاہا تو دارالسلام پرنٹنگ کمپلیکس کنگ فہد ہولی قرآن کے بعد قرآن پاک کی طباعت و اشاعت کا دوسرا بڑا کمپلیکس ہوگا۔

تبصرہ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

علامہ محمد یوسف خاں کلکتوی رحمۃ اللہ علیہ

تصنیف: ملک بشیر احمد

ضخامت: ۲۸۶ صفحات

قیمت: ۳۰۰/- روپے

ناشر: ہڈی اکیڈمی، گلی نمبر ۴۳، گلزیب کالونی، سمن آباد۔ لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چینیوٹی

جماعت اہل حدیث کو خوش قسمت جماعت کہا جاسکتا ہے کہ اسے بڑے بڑے جید اور ممتاز علمائے کرام، شیوخ الحدیث، اساتذہ اور مبلغین و مصلحین میسر آتے رہے۔ ان بابرکت شخصیات نے جس طرح اپنی زندگیوں کو مسلمانوں کی اصلاح و تربیت کے لیے دن رات کوشاں رکھا وہ بڑے اجر کی بات ہے۔ آج ان بزرگوں ہی کی محنت و جدوجہد کا ثمرہ ہے کہ مسلک حقہ شہر شہر، قریہ قریہ، بستی بستی اللہ کے فضل سے پہنچا ہے اور دور دراز مقامات تک اس کے مدارس اور ادارے قائم ہیں۔ قال اللہ وقال الرسول کی دل نواز صدائیں ان مدارس سے گونج رہی ہیں۔ ان شاء اللہ یہ صدائیں لوگوں کے اذہان کو قیامت تک اسلام کی طرف راغب کرتی رہیں گی۔

زیر تبصرہ کتاب جماعت اہل حدیث کے ایک ثقہ عالم دین، تحریک ختم نبوت کے عظیم مجاہد، کہنہ مشق استاذ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علامہ محمد یوسف خان کلکتوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و واقعات زیست کی یادوں پر مرتب کی گئی ہے، سعادت ہے کہ علامہ موصوف کے تلمیذ ملک بشیر احمد صاحب کو یہ شرف حاصل ہوا کہ انھوں نے علامہ کلکتوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کتاب مرتب کی ہے۔

علامہ محمد یوسف خان رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۰۰ء کو دینا نگر کے ایک گاؤں ”بھٹوئی“

ضلع گورداس پور (ہندوستان) میں پیدا ہوئے، اور ۱۹۷۰ء میں انتقال فرمایا۔ علامہ موصوف کے حالات پر کسی نے قلم نہیں اٹھایا تھا کہ یہ اعزاز مجلہ نداء الجامعہ لاہور کے مدیر، فاضل دوست جناب مولانا شفیق الرحمن فرخ صاحب کو حاصل ہوا کہ انھوں نے ایک طویل جدوجہد اور محنت شاقہ کے بعد علامہ محمد یوسف کلکتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تدریسی، تعلیمی، تحریری، تبلیغی اور مناظرانہ خدمات کو اپنے والد گرامی ملک بشیر احمد، علامہ کے دوستوں محترم قاری عبدالحق رحمانی رحمۃ اللہ علیہ (کراچی)، حافظ ثناء اللہ (پٹوکی)، مولانا قاری حافظ محمد اسماعیل اسد (حافظ آباد)، علامہ صاحب کے بہنوئی محمد چوہدری اور مولانا کلکتوی کے بھتیجے ڈاکٹر عبید الرحمن چوہدری سے لکھوا کر اور ”نداء الجامعہ“ میں شائع شدہ بالا قسط مضامین کو اکٹھا کر کے ایک مبسوط کتاب مرتب کر دی ہے۔

کتاب کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مولانا کی روداد حیات، عائلی زندگی، جماعتی زندگی، تدریسی زندگی، کاروباری زندگی، سیاسی زندگی، صحافتی خدمات، فتویٰ نویسی، اندرون و بیرون ملک دورے، بھوپت ڈاکو کو جیل میں اسیری کے دوران مسلمان بنانے کا ایک عظیم الشان واقعہ، جیسے دلچسپ عنوانین قائم کر کے خوب صورت انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ حرنے چند کے عنوان سے کلمات تحسین مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے تحریر کیے گئے ہیں۔ اس میں علامہ محمد یوسف خان رحمۃ اللہ علیہ پر بڑی جاندار معلومات ہیں۔ اس معلوماتی کتاب کا مطالعہ خواندگان کے لیے بڑا مفید رہے گا۔ کتاب کمپوزنگ، کاغذ، جلد کے لحاظ سے بڑی خوب صورت ہے۔ اردو بازار کے اہل حدیث کتب خانوں پر دستیاب ہے۔



اطلاعات و اعلانات

حضرت مولانا معین الدین لکھوی جوار رحمت میں

حضرت مولانا معین الدین لکھوی (سرپرست اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث، پاکستان) طویل علالت کے بعد ۱۳ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ بمطابق ۹ دسمبر ۲۰۱۱ء بروز جمعہ المبارک اوکاڑا میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا مرحوم یکم جنوری ۱۹۲۱ء کو حضرت مولانا محمد علی لکھوی ثم مدنی (مدفون جنت البقیع، المدینہ المنورہ) کے گھر پیدا ہوئے۔ نیک خاندان کے نیک فرد تھے۔ خاندان لکھوی کی سربراہ اورہ شخصیت تھے۔ روحانی، سیاسی، سماجی سرگرمیوں میں ہمیشہ سرفہرست تھے۔ جماعتی سطح پر بھی مرکزی جمعیت اہل حدیث کے امیر حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی نور اللہ مرقدہ کی وفات کے بعد امیر مرکزی منتخب ہوئے۔ کئی سال مرکزی امیر کی حیثیت سے نمایاں خدمات انجام دیتے رہے۔ سیاسی طور پر اپنے علاقے سے تین مرتبہ رکن قومی اسمبلی منتخب ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ جماعت کی مشہور درس گاہ جامعہ محمدیہ، حق بازار اوکاڑا کے رئیس تھے۔ ان کے سینکڑوں شاگرد ہوئے جو یقیناً ان کے لیے صدقہ جاریہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مولانا مرحوم گوناگوں صفات کے حامل اور قومی سطح کی شخصیت ہونے کے ناتے کئی ایک دلوں میں محبت و مودت کا درجہ حاصل کر چکے تھے۔ بعض لوگوں کو ان سے شکایات بھی ہوں گی جو ہر انسان کا لازمہ حیات ہوتا ہے۔ لیکن جو عزت و شہرت اللہ کریم نے مرحوم کو عنایت فرمائی اس کی مثال نہیں ملتی۔ ان کا جنازہ کیا تھا ایک سیل رواں تھا جو بہتا ہی چلا جا رہا تھا۔ ہزار ہا لوگوں کا تظار اندر قطار داخلہ اوکاڑا میونسپل سٹیڈیم میں ہو رہا تھا۔ جمعہ المبارک کی شام ساڑھے چار بجے نماز جنازہ ہوئی۔ جنازے کی امامت

حضرت لکھوی رحمہ اللہ کے داماد اور بھتیجے محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد حماد لکھوی صاحب خطیب جامع مسجد مبارک ریلوے روڈ لاہور نے بڑے رقت انگیز انداز میں پڑھائی۔ جنازے سے قبل محترم پروفیسر علامہ ساجد میر صاحب (امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان)، محترم پروفیسر حافظ محمد سعید صاحب (امیر جماعت الدعوة پاکستان) اور مولانا لکھوی رحمہ اللہ کے بیٹے ڈاکٹر زعیم الدین عابد لکھوی نے مرحوم کو مختصر الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔

جمعہ المبارک کو علی الصبح مرحوم کی خبر وفات مل چکی تھی۔ محترم حافظ احمد شاکر رحمہ اللہ، مدیر مسئول ہفت روزہ الاعتصام لاہور، مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ کے بچپن کے ساتھی اور دیرینہ دوست، مصنف کتب کثیرہ حضرت مولانا محمد اسحاق بھٹی، اور سعید احمد بھٹی کے ہمراہ راقم آثم (محمد سلیم چنیوٹی) کو بھی حضرت لکھوی مرحوم کے جنازے میں شرکت کی سعادت حاصل ہوگئی، حافظ خلاد شاکر اور مقبول احمد صاحب سعودیہ دواخانے والے بھی جنازے میں شرکت کے لیے واں رادھا رام سے شامل ہو گئے۔ ایک دوسری گاڑی میں دارالدعوة السلفیہ کے صدر گرامی محترم مولانا ابوبکر صدیق سلفی رحمہ اللہ بھی اپنے مقتدیوں اور انجمن جامع مسجد نجم اہل حدیث کے صدر چوہدری حاکم علی کے ہمراہ جنازے میں شریک ہوئے۔ پورے پنجاب (جنوبی، شمالی، وسطی وغربی) سے علمائے کرام، طلبائے مدارس دینیہ، سیاسی و سماجی شخصیات نے بھرپور شرکت فرمائی۔

بعد ازاں موضع الہ آباد، دیپالپور میں دوسری نماز جنازہ ہوئی اور آہوں، سسکیوں میں مولانا مرحوم کو سپرد خاک کیا گیا۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ مرحوم کی دینی، جماعتی، مسلکی، تبلیغی، تدریسی خدمات کو قبول فرمائے اور اعلیٰ علیین میں مقام بلند سے نوازے، آمین۔

حکیم مولانا قاری محمد اسماعیل اسد حافظ آبادی کا

انتقال پر ملال

حکیم مولانا قاری محمد اسماعیل اسد حافظ آبادی طویل علالت کے

بعد ۱۱ دسمبر ۲۰۱۱ء بروز اتوار وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون
مرحوم جماعت اہل حدیث کے معروف خطیب تھے۔ قرآن حکیم کی تلاوت بڑے عمدہ انداز میں کرتے تھے۔ ان کے والد محترم مولانا حکیم محمد ابراہیم رحمہ اللہ صاحب جامع مسجد مبارک اہل حدیث جلال پور روڈ حافظ آباد کے خطیب تھے اور حکمت کرتے تھے۔ غریبوں اور ناداروں کا علاج مفت کرتے تھے۔ والد صاحب کی وفات کے بعد قاری صاحب مرحوم کو اسی مسجد کا خطیب مقرر کیا گیا۔ وہ طبابت بھی کرتے تھے۔ دل کے بڑے سخی تھے۔ کچھ عرصہ لاہور کی جامع مسجد ابوبکر صدیق اہل حدیث ویسٹ وڈ کالونی میں خطیب کی حیثیت سے رہے۔ بعد ازاں دوبارہ حافظ آباد چلے گئے اور مسجد مبارک میں تا حیات خطیب رہے۔ کچھ دیر مسجد اہل حدیث پل ایک سیالکوٹ پھر گجرات کچھ عرصہ سرگودھا بلاک ۱۹ کی مسجد اہل حدیث میں بھی خطابت کی۔ ان کی نماز جنازہ میں سیکڑوں افراد نے شرکت کی۔ حافظ آباد کے بڑے بڑے جنازوں میں سے ایک ان کا جنازہ بھی تھا۔ مولانا حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ نے جنازے کی امامت فرمائی۔ جامعہ سلفیہ فیصل آباد، جامعہ اہل حدیث لاہور، علوم اثریہ جہلم، جامعہ امام بخاری سیالکوٹ، گوجرانوالہ، سرگودھا، فیصل آباد، قصور، لاہور اور دیگر شہروں کی جامعات کے اساتذہ، احباب جماعت، کبار علماء کی کثیر تعداد شامل جنازہ و دعائیں۔
دعا ہے اللہ کریم مرحوم کی کروٹ کروٹ مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں مقام عطا کرے۔ پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ کارکنان الاعتصام مرحوم کے لواحقین کے غم میں شریک ہیں۔
(محمد سلیم چنیوٹی)

مناظر اسلام حافظ عبداللہ شیخوپوری رحمہ اللہ کی بیوہ کا انتقال
مناظر اسلام حافظ محمد عبداللہ شیخوپوری رحمہ اللہ کی بیوہ اور مولانا عبدالرحمن، حافظ عبدالباسط شیخوپوری کی والدہ محترمہ ۱۰ دسمبر بروز ہفتہ ۲۰۱۱ء کو وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ بڑی صابرہ و شاکرہ خاتون تھیں۔ باعمل اور متبع سنت تھیں۔ ان کی وفات سے ان کے خاندان کو یقیناً بڑا صدمہ پہنچا ہے۔ مرحومہ کی نماز جنازہ پروفیسر ساجد میر صاحب امیر مرکزیہ نے پڑھائی۔ دوسری نماز جنازہ مرحومہ کے بیٹے حافظ عبدالباسط شیخوپوری نے پڑھائی۔ سیکڑوں افراد شریک جنازہ ہوئے۔
دعا ہے اللہ کریم مرحومہ کی مغفرت تامہ فرمائے اور اعلیٰ علیین عطا کرے، آمین۔ (حکیم محمد یحییٰ عزیز ڈاھروی)

شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ المدنی رحمہ اللہ کے لیے دعائے صحت حضرت شیخ الحدیث مفتی حافظ ثناء اللہ خان المدنی رحمہ اللہ بعارضہ شوگر علیل ہیں۔ کمزوری و نقاہت بہت ہو گئی تو اتفاق ہسپتال لاہور میں کئی دن زیر علاج رہے ہیں۔ اب کچھ افاقہ ہوا ہے اور اب اپنے گھر تشریف لے آئے ہیں۔ قارئین حضرت مفتی ثناء اللہ المدنی رحمہ اللہ کی صحت و تندرستی کے لیے خصوصی دعائے صحت فرمائیں، آمین یا رب العالمین۔ (ادارہ)

پروفیسر خادم قصوری کے خطابات نیٹ پر سنیے
پروفیسر محمد ابراہیم خادم قصوری (کنگن پور) کے ایک سو (۱۰۰) کے قریب خطابات انٹرنیٹ پر یوٹیوب، گوگل، آسک پر پہنچ کر عالم اسلام میں سنے جاسکتے ہیں۔ طریقہ کار ہوگا۔ کسی بھی چینل پر جا کر صرف خادم قصوری (Khadim Kasoori) لکھیں۔ قصوری کی انگلش میں تبدیلی تکنیکی بنیاد پر ہے کیونکہ اس نام کے اور بھی تھے۔ اگر تلاش کرنے میں دشواری ہو تو فون نمبر 0300-6596434 پر رابطہ کریں۔
(مولانا محمد اسحاق خادم قصوری ایم۔ اے، ایم۔ ایڈ خطیب کنگن پور)

اعلان داخلہ

مدرسہ ریاض القرآن والحدیث مجاہد آباد مغل پورہ لاہور میں بیرونی طلباء کے لیے شعبہ حفظ القرآن میں داخلہ جاری ہے۔ نیز طلباء کے لیے مدرسہ ہذا میں ہر قسم کی سہولیات میسر ہوں گی۔ ان شاء اللہ
(منجانب۔ ضیاء الرحمن ساجد: 0300-4848499)

”میں تو سمجھا تھا کہ لوٹ آتے ہیں جانے والے“

رازِ احبابِ ستم افشا نہ کر
دوستی اغراض سے تولا نہ کر
خود سراپا جذبہٴ ایثار بن
دوستوں کی لغزشیں دیکھا نہ کر

”لیس للانسان إلا ماسعی“
ہاتھ کی ریکھاؤں میں اُلجھا نہ کر
ریت کے ذروں سے کر موتی تلاش
آسمان کی وسعتیں ناپا نہ کر
ہو چکا ہوں خوگرِ تیرہ شعی
چاند میرے گاؤں میں چمکا نہ کر
خوفِ مرگِ ناگہاں اور اس قدر
بے سبب قلبِ حزیں دھڑکا نہ کر
جانے والے لوٹ کر آتے نہیں
گھر کا دروازہ کھلا رکھا نہ کر
ثاقب اپنی جھونپڑی کی خیر مانگ
اُونچے محلوں کی طرف دیکھا نہ کر

(ثاقب عرفانی)